حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

حیات النبی
ڈاکٹر محمد طاہر القادری

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دروس

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تحقیق

محمد ارشد نقشبندی

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز
365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695
www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

جملہ حقوق بحق تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حیاۃ النبی ﷺ
دروس	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد ارشد نقشبندی
پروف ریڈنگ	:	محمد علی قادری
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اوّل	:	مئی 1991ء (1,100)
اِشاعتِ دوم	:	اپریل 1996ء (5,000)
اِشاعتِ سوم	:	اکتوبر 2000ء (1,100)
اِشاعتِ چہارم	:	نومبر 2002ء (1,100)
اِشاعتِ پنجم	:	جون 2004ء (1,100)
اِشاعتِ ششم	:	دسمبر 2006ء (1,100)
اِشاعتِ ہفتم	:	ستمبر 2008ء
تعداد	:	3,300
قیمت	:	-/130 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈ شدہ خطبات و دروس کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمٰن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴۔۱/۸۰ پی آئی وی مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷۔۴۔۲۰ جنرل وایم ۴/۷۰۔۹۷۔۳۷ مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱۔۶۷ این۔۱/اے ڈی (لائبریری) مؤرخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت / انتظامیہ ۶۳۔۸۰۶۱/۹۲ مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	پیش لفظ	۱۴
	حصہ اول	۱۵
	حیات برزخی	
	باب اوّل	۱۷
	چند وضاحتیں	
	○ حیات کیا ہے؟	۱۹
	برزخ	۲۰
	○ عذاب وثواب قبر کا معنی ومفہوم	۲۱
	جسم وروح ـــ محل عذاب وثواب	۲۱
	جسم اور روح کے مابین معنوی تعلق	۲۲
	عذاب وثواب کیلئے بدن کا سلامت رہنا ضروری نہیں	۲۵
۲	باب دوم	۲۷
	حیات برزخی آیات قرآنی کی روشنی میں	
	عذاب قبر	۳۰
	دو موتیں	۳۱
	دو زندگیاں	۳۱
	سماع موتیٰ	۴۱
	مومن کی حیات طیبہ	۴۶
	شہداء کیلئے حیاتِ برزخی	۴۷
	شہداء کے اجسام سلامت رہتے ہیں	۴۸
۳	باب سوم	۵۱
	حیات برزخی احادیث کی روشنی میں	

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۵۳	عذاب قبر	
۵۷	قبر جنت کا باغ بھی، دوزخ کا گڑھا بھی	
۵۷	موت کے بعد انسان پر صبح و شام جنت یا جہنم کا ٹھکانہ پیش ہوتا ہے	
۵۸	قبر میں سوال و جواب	
۶۲	خلاصہ استدلال	
۶۲	میت غسل دینے والے اور کفن پہنانے والے کو پہچانتی ہے	
۶۳	میت جنازہ اٹھتے وقت پکارتی ہے	
۶۴	مردوں سے زندوں کی طرح حیا کرنا	
۶۴	آہ و بکا سے میت کو قبر میں عذاب	
۶۵	میت کو صیغہ خطاب سے سلام کہنا	
۷۰	میت قدموں کی آہٹ بھی سنتی ہے	
۷۰	زندہ، میت سے زیادہ سننے والے نہیں	
۷۲	میت سلام کا جواب دیتی ہے	
۷۳	زائر میت کی دل لگی کا باعث ہوتا ہے	
۷۳	سلام کے وقت میت کی روح لوٹا دی جاتی ہے	
۷۴	میت، زائر کو دیکھتی ہے	
۷۴	میت کو زندوں کی طرح تکلیف محسوس ہوتی ہے	
۷۶	خواب پر اعتماد کرتے ہوئے وصیت کا جاری کرنا	
۷۸	زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کیے جاتے ہیں	
۷۹	نیک اعمال پر مردوں کی خوشی	
۷۹	برے اعمال سے مردوں کو اذیت	
۸۰	اچھے کفن پر مردوں کا فخر کرنا	

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۸۱	میت کا قبر میں تلاوت کرنا	
۸۲	میت اذان کا جواب دیتی ہے	
۸۳	لفظ زائر سے میت کے علم پر استدلال	
۸۴	دفن کے بعد میت کیلئے ثابت قدمی کی دعا	
۸۴	تلقین کرنے کا بیان	
۸۷	باب چہارم	۴
	حیات برزخی ۔ اقوال اکابرین کی روشنی میں	
۸۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	
۹۰	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	
۹۰	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	
۹۱	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	
۹۱	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	
۹۲	حضرت ابن عمرؓ	
۹۲	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	
۹۳	امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ	
۹۳	امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ	
۹۳	علامہ ابن تیمیہ	
۹۳	علامہ ابن قیم	
۹۴	سید محمود احمد آلوسی	
۹۴	علامہ تقی الدین سبکی	
۹۴	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	
۹۵	علامہ ثناء اللہ پانی پتی	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	امام جلال الدین سیوطی	۹۵
	علامہ عبد الغنی نابلسی	۹۵
	ملا علی قاری حنفی	۹۶
	علامہ شامی حنفی	۹۶
	علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی	۹۶
	علامہ انور شاہ کاشمیری	۹۷
	مولانا خلیل احمد انبیٹھوی	۹۷
	علامہ شبیر احمد عثمانی	۹۷
	مولانا عبد الحیٔ لکھنوی	۹۷
	مولانا وحید الزماں	۹۸
	الشیخ محمد بن علوی المالکی	۹۸
	حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمومی استدلال	۹۹
	وجہ استدلال	۹۹
	زندگی دے اور زندہ نہ ہو....؟	۱۰۰
	حصہ دوم	۱۰۳
۵	باب اول **حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات قرآنی کی روشنی میں**	۱۰۵
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ شہادت پر کیسے فائز ہوئے	۱۰۸
۶	باب دوم **حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث کی روشنی میں**	۱۲۹
	انبیاء علیہم السلام اپنے مزارات میں عبادت کرتے ہیں	۱۳۱
	علماء و محدثین کے اقوال سے تائید	۱۳۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	واقعہ معراج اور حیات النبی ﷺ	۱۳۵
	حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس سے اذان و اقامت کا سنائی دینا	۱۳۷
	انبیاء علیہم السلام کو مزارات میں رزق دیا جاتا ہے	۱۳۹
	انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ سلامت رہتے ہیں	۱۴۰
	نبی رحمت کی حیات و ممات امت کے حق میں بہتر کیسے؟	۱۴۲
	حضور اکرم ﷺ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں	۱۴۵
	ایک علمی نکتہ	۱۴۶
	ایک اہم اشکال اور اس کے نو (۹) جوابات	۱۴۶
	..... حضوں نے سنا بھی ہے	۱۵۰
	اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ..... حیات النبی کی دلیل	۱۵۱
	حضور ﷺ سفید صحیفے میں نام درج فرماتے ہیں	۱۵۴
	سب سے پہلے افاقہ	۱۵۵
	اندر ہوتے ہوئے بھی باہر	۱۵۵
	ایک تمثیل سے استدلال	۱۵۵
	فرشتے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں درود پیش کرتے ہیں	۱۵۶
	فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت	۱۵۸
	حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف پیش کرنے والے فرشتوں کی قوت سماعت	۱۵۸
	سلام کا خود بارگاہ مصطفوی ﷺ میں پیش ہونا	۱۶۰
	حضور ﷺ خود درود و سلام کو سنتے ہیں	۱۶۱
	"اہل محبت کے سلام کو خود سنتا ہوں"	۱۶۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	..... حتیٰ کہ کلام بھی	۱۶۲
	آپ ﷺ اب بھی جانتے ہیں	۱۶۳
	حتیٰ کہ دیکھتے بھی ہیں	۱۶۳
	روضہ انور کی زیارت ـــــ	۱۶۴
	حیات ظاہری کی جھلک	
	انبیاء علیہم السلام کا ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لیجانا	۱۶۷
۷	باب سوم	۱۶۹
	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقوال اکابرین کی روشنی میں	
	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۷۱
	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۱۷۳
	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۱۷۴
	حضرت ابن عمرؓ	۱۷۵
	حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ	۱۷۵
	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۷۶
	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۷۶
	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۱۷۷
	حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ	۱۷۸
	حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ	۱۷۸
	ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی	۱۷۹
	امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ	۱۷۹
	امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ	۱۸۰
	علامہ تقی الدین سبکی	۱۸۰

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۸۰	ملا علی قاری حنفی	
۱۸۱	قاضی ابوبکر ابن العربی	
۱۸۱	علامہ ابن تیمیہ	
۱۸۲	حافظ ابن قیم	
۱۸۳	امام قرطبی	
۱۸۴	علامہ قسطلانی	
۱۸۵	علامہ سید محمود احمد آلوسی	
۱۸۵	علامہ ابن حجر مکی	
۱۸۶	شیخ رملی	
۱۸۶	شیخ تاج الدین بن فاکہانی مالکی	
۱۸۶	شیخ عفیف الدین یافعی	
۱۸۶	شیخ زین الدین مراغی	
۱۸۷	شیخ شمس شوبری شافعی	
۱۸۸	علامہ بارزی	
۱۸۸	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	
۱۸۸	علامہ شامی حنفی	
۱۸۹	علامہ شہاب الدین	
۱۸۹	علامہ صاوی مالکی	
۱۸۹	امام جلال الدین سیوطی	
۱۹۰	علامہ سخاوی	
۱۹۱	حسن بن عمار شرنبلالی	
۱۹۲	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۹۲
	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی	۱۹۳
	علامہ انور شاہ کاشمیری	۱۹۳
	علامہ شبیر احمد عثمانی	۱۹۳
	مولانا محمد قاسم نانوتوی	۱۹۴
	مولانا خلیل احمد انبیٹھوی	۱۹۴
	علامہ احمد علی سہارنپوری	۱۹۵
	مولانا اعزاز علی دیوبندی	۱۹۵
	علامہ ڈاکٹر محمد اقبال	۱۹۵
	الشیخ محمد علوی مالکی	۱۹۶
	خلاصہ کلام	۱۹۶

پیش لفظ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے الفاظ اس حقیقت کو آشکار کر رہے ہیں کہ کسی آدمی کو بھی موت سے فرار نہیں ہے اور دوسری طرف اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھا رہے ہیں کہ یہ موت دائمی نہ ہوگی کیونکہ کسی چیز کا ذائقہ تھوڑی مدت کے لئے ہوتا ہے بلکہ یہ موت حیاتِ ابدی کے نقطۂ آغاز کا کام سرانجام دیتی ہے۔ وہ آدمی جو کہ اس دنیا میں کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹکتا رہا اس کی زندگی کا آغاز بھی قبر سے ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے کفر اور اعمال بد کے سبب اس کی یہ زندگی اس کے لئے راحت و سکون نہیں بلکہ درد و الم کا باعث ہوتی ہے اور اسے طرح طرح کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک عام مسلمان کو بھی یہ زندگی عطا کی جاتی ہے مگر اس کی زندگی کفار و مشرکین کی زندگی سے مختلف نوعیت کی ہوتی ہے پھر اللہ کے صالح بندوں کی زندگی رتبہ کے اعتبار سے عام مسلمانوں سے بلند ہوتی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار اور اس کائنات میں عزت و شرف کے اعتبار سے ہر ایک سے بڑھ کر ہیں ان کی حیات بھی اسی نسبت سے بلند تر اور کامل تر ہوگی۔

اس کتاب کے حصہ اول میں حیات برزخی کو بیان کیا گیا ہے تاکہ کتاب کے دوسرے حصے میں حیات النبی ﷺ کے بیان کو احسن طریقے سے سمجھا جاسکے۔ حیات برزخی کا بیان شروع کرنے سے پہلے چند بنیادی اصطلاحات کی ضروری تشریح کی گئی ہے جن کا جاننا نفس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے جیسے حیات کیا ہے؟ برزخ کس کو کہتے ہیں؟ نیز عذاب و ثواب قبر کے حوالے سے بھی حیات برزخی کو ثابت کیا گیا ہے پھر یہ کہ عذاب و ثوابِ قبر کا مفہوم کیا ہے؟ ان تمام چیزوں کو حصہ اول میں "چند وضاحتیں" سے موسوم پہلے باب میں ذکر کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب استاذی مکرم قائد تحریک منہاج القرآن پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے ان دروس میں سے بعض دروس مرتب کیے گئے ہیں جو انہوں نے جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے طلباء کو "الشفاء"

پڑھاتے ہوئے دیئے بندہ ناچیز نے اس کو ترتیب دیتے ہوئے کوشش کی ہے کہ قبلہ قادری صاحب کے لیکچر کو حتی المقدور بہتر انداز میں پیش کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ قبلہ قادری صاحب دور حاضر کے علمی، فکری اور عملی درجات میں ایسا بلند مقام رکھتے ہیں کہ ان کے بارے میں دلائل دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان کا علمی کام آج بھی اور خصوصاً آنے والی نسلوں کے لئے ایسی دلیل شافی ہو گا کہ کوئی ذی شعور ان کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے گا میں یہ بات کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ بندہ ناچیز اپنی علمی کم مائیگی کے سبب اس کتاب کے مرتب کرنے کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ قبلہ قادری صاحب اپنی بات کو جس انداز میں ہر سامع کے لئے قابل فہم بنا کر پیش کرتے ہیں یقیناً اس طرح میں اس کتاب کو پیش کرنے سے قاصر رہا ہوں۔

اور پھر اس مسئلہ کو مختلف فیہ بنا دیئے جانے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ قرآن وسنت سے دلائل دینے کی طرف توجہ مرکوز رہی ہے اور پھر اس کی تائید کے لئے صحابہ تابعین، محدثین، مفسرین اور مختلف مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کے اقوال پیش کرنے کی طرف زیادہ توجہ کی گئی۔ اس لئے عام قاری کو حوالہ جات کی بھرمار کی وجہ سے اگر اسے سمجھنے میں دقت محسوس ہو یا اکتاہٹ محسوس ہو تو اس کے لئے ہم پیشگی معذرت خواہ ہیں اس کے باوجود اگر اس کتاب میں کوئی حسن ترتیب نظر آئے تو یہ فقط اللہ کی عطا ہے اور اگر کوئی خامی ہے تو وہ بندہ ناچیز کے سبب ہے۔ بمصداق آیت قرآنی:

وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ

محمد ارشد نقشبندی

فاضل جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن (سیشن ۹۲)

حصّہ اوّل

حیاتِ برزخی

۱- چند وضاحتیں

۲- حیاتِ برزخی آیاتِ قرآنی کی روشنی میں

۳- حیاتِ برزخی احادیث کی روشنی میں

۴- حیاتِ برزخی اقوالِ اکابرین کی روشنی میں

باب اول

چند وضاحتیں

حیات کیا ہے؟

حقیقی حیات محض روح کے پائے جانے سے وجود میں نہیں آتی بلکہ ایسی صفت کے پائے جانے سے وجود میں آتی ہے جو احساس، علم، قدرت اور ارادہ کا باعث بنے۔ چنانچہ ائمہ لغت و تفسیر اس کی تصریحات یوں کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ سید محمود احمد آلوسیؒ فرماتے ہیں:

ھی ما یصح بوجودہ الاحساس او معنی زائد علی العلم والقدرۃ یوجب للموصوف بہ حالا لم یکن قبلہ من صحۃ العلم والقدرۃ

روح المعانی (۱۵:۵)

جس صفت کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے یا جس کا وجود علم وقدرت کے وجود پر زائد ہو اور وہ اپنے موصوف کے لئے صحت علم وقدرت کے ایسے حال کو واجب کردے جو اس سے پہلے نہ ہو۔

۲۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

ھی صفۃ تستتبع العلم والقدرۃ والارادۃ وغیرھا من صفات الکمال

تفسیر مظہری (۱:۱۸)

وہ ایسی صفت ہے جس کے ساتھ علم، قدرت ارادہ وغیرہ تمام صفات کمالیہ وابستہ ہیں۔

۳۔ علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں:

ما یصح بوجودہ الاحساس والموت ضدہ

تفسیر نسفی (۴:۲۷۳)

حیات وہ صفت ہے جس کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے اور موت اس کی ضد ہے۔

۴۔ امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

الحیاۃ تستعمل علی اوجہ الاول للقوۃ النامیۃ، الثانیۃ للقوۃ الحاسۃ
(المفردات: ۱۳۸)

حیات کا استعمال کئی طرح سے ہے۔ اول قوت نامیہ (بڑھنے کی قوت) کے لئے، دوم قوت حاسہ کے لئے ہے۔

۵۔ امام جلال الدین محلیؒ فرماتے ہیں:

الحیٰوۃ وھی ما بہ الاحساس والموت ضدھا او عدمھا
(جلالین: ۵۶۳)

حیات صفت ہے جس کے ساتھ احساس ہو موت اس کی ضد ہے یا اس کا عدم۔

۶۔ علامہ خازنؒ فرماتے ہیں:

ھی القوۃ الحاسۃ مع وجود الروح فی الجسد وبہ سمی الحیوان حیوانا
تفسیر خازن (۷: ۱۰۳۔۱۰۴)

حیات ایسی قوت حاسہ کو کہتے ہیں جو بدن میں روح کے پائے جانے کے ساتھ پائی جائے۔ اسی وجہ سے حیوان کو حیوان کہتے ہیں۔

۷۔ علامہ سید شریف جرجانیؒ فرماتے ہیں:

الحیاۃ ھی صفۃ توجب للموصوف بھا ان یعلم ویقدر
(التعریفات: ۸۴)

حیات وہ صفت ہے جو موصوف کے لئے یہ لازم کرتی ہے کہ وہ علم اور قدرت رکھے۔

ان تمام تعریفات کو پیش نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ حیات ایسی صفت کا نام ہے جو احساس، علم، قدرت، ارادہ وغیرہ کا سبب ہو اور موت وہ حالت ہے جس میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں۔

برزخ

دو چیزوں کے درمیان روک اور آڑ کو برزخ کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں نام دنیا سے رخصت ہو جانے اور قیامت قائم ہونے سے پہلے جو جہان ہے اس کا نام

برزخ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (المومنون ۲۳: ۱۰۰)	اور ان کے پیچھے (موت کے بعد سے) یوم بعث (اٹھائے جانے والے دن) تک برزخ ہے۔

عذاب و ثواب قبر: معنی و مفہوم

جسم و روح ---- محل عذاب و ثواب

عذاب و ثواب قبر کے بارے میں تین مذاہب ہیں۔

۱۔ عذاب قبر کا محل فقط روح ہے۔

۲۔ عذاب قبر کا محل فقط جسم ہے۔

۳۔ جسم و روح دونوں پر عذاب و ثواب وارد ہوتا ہے۔

تیسرا مذہب ہی صحیح تر مذہب ہے کہ قبر کی زندگی میں عذاب و ثواب جسم و روح دونوں پر وارد ہوتا ہے چنانچہ اس پر ائمہ کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة وكذا القول فى النعيم (شرح الصدور: ۷۵-۷۶)	اہل سنت کے مذہب کے مطابق عذاب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اور یہی مسلک ثواب کے بارے میں ہے۔

۲۔ علامہ صاوی مالکیؒ فرماتے ہیں:

ما وصل للروح من النعيم يحصل للجسم ايضا (الصاوی علی الجلالین (۱: ۱۶۸))	اور روح کو جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ جسم کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا:

بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ"
(الروح:۷۲)

بلکہ اہل سنت کے نزدیک عذاب وثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔

مولانا وحید الزمان رقمطراز ہیں:

ان العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا
ہدایۃ المھدی (۱:۵۷)

بے شک عذاب وثواب نفس اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔

جسم اور روح کے مابین معنوی تعلق

روح کے ساتھ جسم کو عذاب و ثواب اس لئے ہوتا ہے کہ جسم اور روح کے درمیان ایک معنوی تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کے سبب روح پر وارد ہونے والی کیفیات جسم بھی محسوس کرتا ہے۔ جس طرح کہ علامہ نسفیؒ' امام سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ نے اس کے بارے میں تصریح فرمائی ہے۔

۱۔ علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں:

فان قیل کیف یوجع اللحم فی القبر ولم یکن فیہ الروح فالجواب مثل النبی ﷺ انہ قیل کیف یوجع اللحم فی القبر ولم یکن فیہ الروح فقال علیہ الصلوۃ والسلام کما یوجع سنک وان لم یکن فیہ الروح الا تری ان النبی ﷺ اخبر ان السن یتوجع لما انہ متصل باللحم وان لم یکن فیہ الروح فکذالک بعد الموت لما کان روحہ متصلا بجسدہ لیتوجع
(کشف النور:۱۲)

اگر یہ کہا جائے کہ گوشت کو قبر میں کیسے تکلیف دی جاتی ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی تو جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے بھی یہی سوال کیا گیا کہ گوشت کو قبر میں کیسے تکلیف دی جاتی ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "جس طرح تیرے دانت کو تکلیف ہوتی ہے اگرچہ اس میں روح نہیں ہے"۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضور ﷺ نے بتا دیا کہ اگرچہ دانت میں روح نہیں ہے لیکن گوشت سے متصل ہونے کے سبب اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس طرح موت کے بعد چونکہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لئے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

۲۔ علامہ عبد الغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں:

هذا صريح في ان روحانيات الموتى متصلة باجسامهم التي في قبورهم وان بليت اجسامهم وصارت ترابا

(کشف النور: ۱۲)

یہ اس بات کی تصریح ہے کہ مردوں کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ ایک تعلق رکھتی ہیں جو قبروں میں ہیں اگرچہ ان کے اجسام بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیں۔

۳۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

ان المنعم والمعذب جزء من البدن يبقى فيه الروح فهو الذي يولم ويعذب ويتلذذ وينعم

مرقاۃ (۴: ۳۱)

بے شک جس پر انعام ہوتا ہے اور جسم کے جس حصے کو عذاب ہوتا ہے اس میں روح باقی رہتی ہے اور اسی کو تکلیف و عذاب بھی ہوتا ہے اور یہی لذت و انعام بھی پاتی ہے۔

۴۔ علامہ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں:

مما ينبغي ان يعلم ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق بالعذاب ناله نصيبه منه قبر

یہ جان لینا مناسب ہوگا کہ عذاب قبر عذاب برزخ کا نام ہے لہٰذا ہر وہ شخص جو فوت ہو جائے اور وہ مستحق عذاب

او لم یقبر فلو اکلتہ السباع او احرق حتی صار رمادا ونسف فی الھواء او صلب او غرق فی البحر وصل الی روحہ وبدنہ من العذاب ما یصل الی القبور (الروح:۸۱)	ہو اسے عذاب میں سے اپنا حصہ مل جائے گا خواہ دفن کیا جائے یا اسے جلا دیا جائے حتیٰ کہ راکھ بن جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا سمندر میں غرق کردیا جائے۔ اس کی روح وبدن کو اسی طرح عذاب پہنچے گا جس طرح کہ قبروں میں اہل قبور کو عذاب پہنچتا ہے۔

۵۔ مولانا وحید الزمان صاحب اس کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

انما یبقی للروح تعلق ما باجزاء البدن وان بلیت وتمزقت وتفرقت وصارت ترابا ہدایۃ المہدی (۱:۵۹)	روح کا بدن کے کچھ اجزاء کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق ضرور باقی رہتا ہے اگرچہ بدن کے اجزاء بوسیدہ ہوجائیں، پھٹ جائیں یا منتشر ہوکر مٹی ہوجائیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

لایلزم ان یکون فی جمیع اجزاء البدن بل یکفی فی جزء من اجزائہ (ہدایۃ المہدی (۱:۵۷)	(روح کے لوٹنے سے) یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بدن کے تمام اجزاء کی طرف لوٹے بلکہ اس کے اجزاء میں سے کسی جزو کی طرف لوٹنا ہی کافی ہے۔

خلاصتاً یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان کے جسم اور روح کے درمیان ایک تعلق ہوتا ہے اور ان دونوں پر عذاب وثواب مترتب ہوتا ہے۔ خواہ جسم کسی حالت میں کیوں نہ ہو اور اس تعلق کے باعث جو قوت حاسہ (محسوس کرنے کی قوت) پیدا ہوتی ہے اسے حیات کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ خازنؒ نے صراحتؒ بیان کیا ہے۔ مختصر یہ

کہ عذاب قبر کے اثبات سے حیات برزخی کا ثبوت لازم آتا ہے۔

عذاب وثواب کے لئے بدن کا سلامت رہنا ضروری نہیں

عذاب وثواب کے لئے بدن کا سلامت رہنا ضروری نہیں خواہ جسم گل سڑ جائے، آگ میں جل کر فنا ہو جائے، سمندروں کی عمیق گہرائیوں میں غرق ہو جائے یا خونخوار درندے کے پیٹ میں چلا جائے، روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہونے کے سبب ان مذکورہ چیزوں کے باوجود اس پر عذاب وثواب کے اثرات ہوں گے۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

عذاب القبر هو عذاب البرزخ اضيف الى القبر لانه الغالب والا فكل ميت اذا اراد الله تعالى تعذيبه ناله ما اراد به قبر او لم يقبر ولو صلب او غرق في البحر او اكلته الدواب او حرق حتى صار رمادا او ذري في الريح
(شرح الصدور: ۷۵)

عذاب قبر سے مراد عذاب برزخ ہے اور اسے قبر سے منسوب اس لئے کیا گیا ہے کہ اموات کا قبروں میں دفن ہونا اکثر ہے ورنہ ہر میت، قبر میں مدفون ہو یا نہ ہو جب بھی اللہ تعالیٰ اسے عذاب دینا چاہے گا وہ اسے ضرور پہنچ جائے گا خواہ اسے سولی پر چڑھا دیا جائے یا سمندر میں غرق کر دیا جائے یا اسے درندے کھا جائیں یا جلا کر راکھ بنا دیا جائے یا آندھی میں اڑا دیا جائے۔

۲۔ امام جلال الدین سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

لكل روح بجسدها اتصال معنوی
(بشری الکئیب: ۱۳۵)

ہر روح کا اپنے جسم کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے۔

۳۔ امام سیوطیؒ دوسرے مقام پر اس تعلق کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

وهي متصلة باجسادها فتعذب

ارواح کا اپنے اجسام کے ساتھ تعلق

الارواح وتتالم الاجساد منه كالشمس في السماء ونورها في الارض

(بشری الکئیب:۱۳۱۔ مرقاۃ '۴:۲۵)

ہوتا ہے۔ پس جب ارواح کو عذاب دیا جائے تو اجسام اس سے اپنے تکلیف محسوس کرتے ہیں جیسے سورج آسمان پر ہو اور اس کا نور زمین پر ہو۔

۴۔ علامہ عبد الغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں:

ان الارواح لها اتصال بالاجساد بعد الموت كاتصال شعاع الشمس بالارض

(کشف النور:۱۲)

بے شک ارواح کا موت کے بعد اجسام کے ساتھ ایسے تعلق ہوتا ہے جیسے سورج کی شعاؤں کا زمین سے تعلق ہوتا ہے۔

باب دوم

حیاتِ برزخی

آیاتِ قرآنی کی روشنی میں

مسائل کی تحقیق کا شرعی اصول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ کو جاننا ہو تو سب سے پہلے سنت نبوی کی روشنی میں قرآن کی طرف رجوع کیا جائے اور اگر انسان قرآن میں اس مسئلہ کے حل کو نہ پاسکے تو پھر سنت نبوی ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے اور اگر وہاں بھی نہ پاسکے تو پھر کتاب و سنت کے اصولوں کے مطابق اجتہاد سے کام لے جیسا کہ ایک موقع پر عبد اللہ بن مسعودؓ سے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اقض بالکتاب و السنۃ" اذ وجدتھما	تو کتاب و سنت کے ساتھ فیصلہ کر اور
فاذا لم تجد الحکم فیھما اجتھد	اگر تو کتاب و سنت میں اس کے حکم کو
برأیک	نہ پائے تو اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر

(فلسفہ التشریع فی الاسلام:۱۸۸)

اور پھر خلفائے راشدین اور ائمہ اربعہ کا بھی مسائل کی تحقیق میں یہی طریق کار رہا ہے۔ اگرچہ حیات برزخی اور حیات النبی ﷺ کا مسئلہ قرآن کی متعدد آیات سے ثابت و متحقق ہے لیکن ہم نے سنت رسول ﷺ اور سلف صالحین کے طریقہ کار پر عمل کرنے اور اتمام حجت کے لئے حیات برزخی اور حیات النبی ﷺ کے بیان میں ترتیب کے ساتھ پہلے کتاب اللہ اس کے بعد سنت رسول ﷺ سے دلائل ذکر کئے ہیں اور اس کے بعد صحابہؓ و تابعین، مفسرین اور فقہاء کے اقوال بیان کئے ہیں تاکہ اس کے بعد اس مسئلہ کے بارے میں کسی کے ذہن میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق سے ہمیں کتاب و سنت اور سلف صالحین کے عقائد کے مطابق عقائد اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے تاکہ ہم **صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ** پر بھی عمل پیرا ہو سکیں۔

سب سے پہلے حیات برزخی کے بیان میں ہم قرآن حکیم کی آیات ذکر کر رہے ہیں۔

عذاب قبر

وہ آیات قرآنی جن میں عذاب قبر کا ذکر ہے ان میں سے چند ایک یہاں مذکور ہیں:

۱۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ

البقرہ(۲:۲۸)

(کافرو) تم خدا کا کیونکر انکار کرسکتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے پھر اس نے تمہیں جان بخشی، پھر وہی تم کو موت دے گا پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیہ مبارکہ میں حسب ذیل نکات قابل غور ہیں:

کنتم امواتا (تم مردہ تھے) مردہ ہونے کا بظاہر یہ مفہوم ہے کہ کوئی چیز موجود ہو کر مرجائے مگر اس مقام پر انسانی زندگی کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کی حالت کو تشبیہا موت قرار دیا جا رہا ہے۔

فاحیاکم (پھر اس نے تم کو زندہ کیا) اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو عدم محض سے نکال کر حالت وجود (Existence) میں لا کھڑا کیا۔ مگر یہ سمجھنا حماقت ہوگی کہ یہ زندگی اس سلسلے کی آخری کڑی ہے۔

ثم یمیتکم (پھر وہ تمہیں دوبارہ مارے گا) جس خدا نے تم کو عالم عدم سے نکال کر عالم وجود میں پہنچایا ہے وہی تمہیں بار دگر عالم عدم یعنی موت سے دوچار کرے گا۔ مگر یہ منزل بھی انسان کے سفر کی آخری منزل نہ ہوگی۔

ثم یحییکم (پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا) اگرچہ یہ زندگی جو دوسری موت کے بعد انسان کو دی جائے گی، پہلی زندگی سے ماہیتہً اور احوالاً مختلف ہوگی مگر یہ بھی انسان کی آخری قرار گاہ نہ بننے پائے گی۔

ثم الیہ ترجعون (پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اس دوسری زندگی کے بعد

انسان کو پھر دربار خداوندی میں حاضر کردیا جائے گا۔

اس آیت میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا اور پھر خدا کی بارگاہ میں پیش کیے جانے کا، یعنی کل پانچ مرحلوں کا ذکر ہے جن سے انسان یکے بعد دیگرے گزرتا ہے۔ ایمان بالآخرت سے جس آخرت کی زندگی پر ایمان مراد لیا جاتا ہے اس کی حقیقت سب سے آخر میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے

ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ[1] — پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

دو موتیں

قرآن کریم نے دو موتوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک تو انسان کے سفر زندگی شروع کرنے سے پہلے کی حالت، حالت عدم ہے جبکہ دوسری موت سے مراد وہ حقیقی موت ہے جس کا نظارہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں کرتے ہیں۔

دو زندگیاں

جس طرح یکے بعد دیگرے انسان پر دو موتیں وارد ہوتی ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے انسان کو دو زندگیوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان میں پہلی زندگی تو واضح ہے کہ اس سے مراد عالم شہادت میں رنگ و کیف کی موجودہ زندگی ہے۔ یہ نور و ظلمت اور ہست و بود کی زندگی ہے۔ مگر دوسری زندگی سے مراد قیامت کی زندگی نہیں بلکہ عالم برزخ یعنی مرنے سے لے کر قیامت تک کی زندگی ہے جس کے دوران منکر نکیر کے سوال و جواب ہوتے ہیں اور انسان عذاب قبر سے دوچار ہوتا ہے یا رحمت خداوندی کا

---

[1] ترجعون: مضارع مجہول کا صیغہ ہے جس سے یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ انسان خواہ مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، وہ کافر ہو یا مسلمان ہر شخص کو بہر حال خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے پیش کردیا جائے گا۔ البتہ فرق یہ ہے کہ مومن اور برگزیدہ افراد بخوشی اس طرف بڑھیں گے، ان کے لئے جانے میں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ مگر کافر اور بدکار اس سے دور بھاگنا چاہیں گے۔ ان کی خواہش ہوگی کہ ہم کسی طرح اس مرحلے سے بچ جائیں لیکن وہ کسی طور پر بھی اس زندگی کے نتائج و اثرات سے بچ نہ سکیں گے۔

مستحق ہوتا ہے۔ اس زندگی کا اصطلاحی نام "حیات برزخی" ہے جبکہ اخروی زندگی (آخرت) کا آغاز اس وقت سے ہوگا جب اس زندگی اور اس مادی کائنات کو کلیتۃً فنا کردیا جائے گا۔ پھر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر وقوع قیامت تک جتنے بھی انسان اس دنیا میں آئے ہوں گے ان سب کو میدان محشر میں جمع کیا جائے گا اور وہ سب عدالت الٰہیہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب وکتاب پیش کریں گے جس کے نتیجے میں یا تو وہ ابدی جنت کے مستحق ہوں گے یا جہنم کے سزاوار ٹھہرائے جائیں گے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا
نوح (۷۱:۲۵)

(مخالفین نوح علیہ السلام) اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کئے گئے اور فوراً آگ میں داخل کئے گئے۔

استدلال

۱۔ اس آیہ کریمہ میں ادخلوا پر حرف فاء داخل ہے جو کہ تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے یعنی اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ جس چیز پر یہ داخل ہے وہ پہلی چیز کے وقوع کے بعد متحقق ہوگی اور دوسرا یہ کہ دوسری چیز کے واقع ہونے میں دیر نہیں ہے بلکہ فوری طور پر واقع ہوگی اس آیہ کریمہ میں اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو جب غرق کیا گیا تو اس کے فوراً بعد انہیں آگ میں داخل کردیا گیا تو عالم برزخ میں عذاب کا ثبوت متحقق ہوگیا۔ اور عذاب اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ مبتلائے عذاب انسان میں حیات ہو کیونکہ اس کے بغیر عذاب ناممکن ہے۔

۲۔ یہاں لفظ فادخلوا فعل ماضی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ یہاں گزرے ہوئے زمانے میں ان کو جہنم میں داخل کرنے کی خبر دی جارہی ہے اور قیامت کا عذاب تو یقیناً مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مستقبل کی بات ہے تو لامحالہ اس سے عذاب قبر ہی مراد لینا پڑے گا اور اگر عذاب قبر مراد نہ لیں تو خبر کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا (معاذ اللہ)

امام فخرالدین رازی "مذکورہ آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقولہ (اغرقوا فادخلوا نارا) وذالک من وجھین الاول ان الفاء فی قولہ فادخلوا نارا تدل علی انہ حصلت تلک الحالۃ عقیب الاغراق فلایمکن حملھا علی عذاب الاخرۃ والا بطلت دلالۃ ھذہ الفاء الثانی انہ قال فادخلوا علی سبیل الاخبار عن الماضی وھذا انما یصدق لو وقع ذالک

تفسیر کبیر(۳۰:۱۴۵)

ہمارے اصحاب نے عذاب قبر کے اثبات میں اللہ تعالٰی کے قول (اغرقوا فادخلوا نارا) سے دلیل پکڑی ہے اور یہ دلیل پکڑنا دو طریقوں پر ہے پہلا اللہ تعالٰی کے قول فادخلوا نارا پر فاء اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حالت غرق کرنے کے فوراً بعد حاصل ہوئی پس اس سے آخرت کا عذاب مراد لینا درست نہیں ہے ورنہ (آخرت کا عذاب مراد لینے سے) فاء کا معنی باطل ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالٰی نے گزرے ہوئے زمانے کی خبر دیتے ہوئے **فادخلوا** کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اور یہ خبر اسی وقت سچی ہوگی جب (ان پر) عذاب واقع ہو چکا ہو۔

سورہ المومن میں ارشاد باری تعالٰی ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ○ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ○

المومن(۴۰:۴۵-۴۶)

فرعون اور اس کے متبعین کا سخت ترین عذاب نے احاطہ کر لیا۔ وہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اللہ رب العزت **ملائکہ** کو حکم فرمائے گا) فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔

استدلال

اس آیہ کریمہ میں آل فرعون پر برے عذاب اور انہیں صبح وشام آگ پر پیش کرنے کا بیان ہے۔ اس کے بعد ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ عذاب جس کا ذکر پہلے ہوا وہ قیامت کے عذاب کا بیان نہیں ہے بلکہ اس سے قبل کا بیان ہے اب دنیا میں تو ان پر صبح وشام آگ کا پیش کیا جانا وغیرہ ثابت نہیں لہٰذا لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس عذاب سے مراد عذاب برزخ ہے۔

اور امام رازیؒ اس آیت کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

احتج اصحابنا بهذه الاية على اثبات عذاب القبر قالوا الاية تقتضي عرض النار عليهم غدوا وعشيا وليس المراد منه يوم القيامة لانه قال (ويوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب) وليس المراد منه ايضا الدنيا لان عرض النار عليهم غدوا وعشيا ما كان حاصلا في الدنيا فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت قبل القيامة وذالك يدل على اثبات عذاب القبر في حق هؤلاء

تفسیر کبیر (۲۷، ۲، ۲ط)

ہمارے اصحاب نے اس آیہ کریمہ سے عذاب قبر کے اثبات کا استدلال کیا کہ یہ آیہ کریمہ فرعونیوں پر صبح وشام آگ پیش کئے جانے کا تقاضا کرتی ہے اور اس سے مراد قیامت کے روز عذاب دینا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو اور نہ ہی اس سے دنیا میں عذاب دینا مراد ہے کیونکہ دنیا میں ان پر صبح وشام آگ کا پیش کرنا ثابت نہیں ہے۔ پس یہ آگ کا پیش کرنا موت کے بعد اور یوم قیامت سے قبل ہی ہوگا (اور یہ عالم برزخ ہے) تو یہ آیت ان کے بارے میں عذاب قبر کے اثبات پر دلالت

کرتی ہے۔

تائید

مذکورہ آیہ کریمہ کی تائید حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی مرتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانا اور اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا ٹھکانا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ تا آنکہ قیامت کے روز تجھے اٹھایا جائے گا"۔

سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ

التوبہ (۹:۱۰۱)

ہم عنقریب ان (منافقین) کو دوبار عذاب دیں گے پھر انہیں عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔

استدلال

اس آیہ کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم عنقریب ان کو دوبار عذاب دیں گے جس پر لفظ **سنعذبهم** "س" میں دلالت کر رہا ہے اور دو عذابوں میں سے پہلا عذاب مسجد سے نکالنے کی رسوائی والا ہے تو لامحالہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دوسرا عذاب عذاب قبر ہے کیونکہ اس کے بعد انہیں قیامت کے روز عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جانا مذکور ہے۔

حدیث پاک سے تائید

اس آیہ کریمہ کی وضاحت کے لئے ایک روایت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں:

قام رسول الله ﷺ خطيبا يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے فرمایا اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے اے فلاں

فاخرج من المسجد ناسا منهم فضحهم فجاء عمر بن خطاب رضي الله عنه وهم يخرجون من المسجد فاختبئا منهم حياء انه لم يشهد الجمعه وظن الناس قد انصرفوا واختبئوا هم عن عمر رضي الله عنه ظنوا انه قد علم بهم فجاء عمر فدخل المسجد فاذا الناس لم يصلوا فقال رجل من المسلمين ابشر یاعمر فقد فضح الله المنافقین الیوم فقال ابن عباس هذا العذاب الاول حین اخرجهم من المسجد والعذاب الثانی عذاب القبر

تفسیر ابن کثیر (۱: ۳۸۴)

نکل جا مسجد سے کیونکہ تو منافق ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی اس وقت تشریف لائے جب کہ لوگ مسجد سے نکل رہے تھے۔ آپ ان لوگوں سے چھپ گئے اس شرم سے کہ جمعہ میں حاضر نہ ہو سکا (اور مسلمان جمعہ سے فارغ ہو کر گھروں کو) لوٹ رہے ہیں اور منافق یہ سمجھے کہ حضرت عمرؓ کو ہماری رسوائی کا علم ہو چکا ہے' ان سے روپوش ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے نماز ادا نہیں کی تھی تو ایک صحابی نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو رسوا کر دیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ یہ ان کے لئے عذاب اول ہے جب کہ انہیں مسجد سے نکالا گیا ہے اور عذاب ثانی قبر کا عذاب ہے۔

قبر میں زندگی کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن

اللہ تعالیٰ نے نار جہنم میں جلنے سڑنے والے کفار کی طرف سے حکایت کرتے

متبتل

المومن (۴۰:۱۱)	ہوئے فرمایا "وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تونے ہمیں دوبار موت سے دوچار کیا اور دوبار زندگی عطا کی پس ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا"۔ کیا (ہمارے لئے عذاب جہنم سے) بچ جانے کا کوئی راستہ ہے؟

استدلال

اس آیہ کریمہ میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے۔ ایک موت کا تو دنیا میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور دوسری موت قبر کی زندگی کے بعد تسلیم کرنا پڑے گی تاکہ اس زندگی کے بعد حاصل ہونے والی موت دوسری موت بن سکے۔ کیونکہ حیات نہ مانیں تو پھر دوسری موت ممکن ہی نہیں۔

امام رازیؒ اس کی تصریح یوں کرتے ہیں:

احتج اکثر العلماء بھذہ الایۃ فی اثبات عذاب القبر وتقریر الدلیل انھم اثبتوا لانفسھم موتین حیث قالوا (ربنا امتنا اثنتین) فاحد الموتین مشاھد فی الدنیا فلا بد من اثبات حیٰوۃ اخری فی القبر حتی یصیر الموت الذی یحصل عقیبھا موتا ثانیا وذالک یدل علی حصول حیٰوۃ فی القبر تفسیر کبیر (۳۹:۲۷)	اکثر علماء نے اس آیہ کریمہ سے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا ہے اور دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ ان کفار نے اپنی جانوں کے لے دو موتیں ثابت کی ہیں۔ اس طرح کہ انہوں نے کہا اے ہمارے تونے ہمیں دو دفعہ موت سے دوچار کیا ہے۔ پس ان دو موتوں میں سے ایک موت تو دنیا میں ہوتی ہے پس ضروری ہے کہ قبر میں دوسری حیات کو مانا جائے تاکہ وہ موت جو اس زندگی کے بعد حاصل ہو دوسری موت بن سکے۔ اور یہ چیز

قبر میں زندگی کے حصول پر دلالت
کرتی ہے۔

کافروں کو قبر کا عذاب ہونے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔
الانفال (۸:۵۰)

اور (اے مخاطب) اگر تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر (اور کہتے ہیں اب) چکھو آگ کا عذاب

استدلال

اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں تو وہ ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب آگ کا عذاب چکھو اس عذاب سے مراد عذاب قبر ہی ہے نہ کہ قیامت کے دن کا عذاب۔ کیونکہ فرشتوں کا جان نکالنے اور ان کے مارنے کا عذاب کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ پھر اس سے آگے فرمایا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے یعنی عذاب قبر تمہارے برے اعمال کا نتیجہ ہے جیسے کہ حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے چغلوری اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کو عذاب قبر کا سبب بیان فرمایا

قبر میں عذاب کے بارے میں سورہ جاثیہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْــٴًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ○ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْــٴًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○
(الجاثیہ: ۹۔۱۰)

اور (منکر کا یہ حال ہے کہ) وہ آگاہ ہوتا ہے ہماری آیتوں میں سے کسی پر تو ان کا مذاق اڑانے لگتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور ان کے ذرا کام نہ آئے گا جو انہوں نے عمر

بھر کمایا اور نہ وہ کسی کام آئیں گے
جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا مددگار بنایا تھا
اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

استدلال

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قبر میں عذاب ہوگا اور ذلت ورسوائی اٹھانا پڑے گی کہ فرشتے انہیں جھڑکیں اور ملامت کریں گے۔ اس آیت میں اشارۃً عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ دوزخ کے عذاب کا ذکر آگے آرہا۔ قبر میں کچھ عذاب تو قبر کے ہوں گے جیسے کہ وہاں کی تنگی، اندھیرا وغیرہ اور کچھ عذاب دوزخ کے ہوں گے کہ دوزخ سے باہر رہ کر وہاں کی گرمی اور لو وغیرہ قبر میں پہنچے گی جیسا کہ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ سے معلوم ہو رہا ہے۔

سورہ طور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔
الطور (۵۲:۴۷)

بے شک ظالموں کے لئے ایک عذاب اس کے علاوہ بھی ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں۔

استدلال

اس آیت کریمہ میں دو عذابوں کا ذکر ہوا ہے کہ ان کافروں کے لئے ایک عذاب اس کے علاوہ ہے یعنی ایک عذاب قبر اور دوسرا عذاب آخرت۔

امام رازیؒ اس آیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الذين ظلموا هم اهل المكة ان قلنا العذاب هو عذاب يوم بدر وان قلنا العذاب هو عذاب القبر فالذين ظلموا عام فى كل ظالم ففيه فائدة التنبيه على عذاب الاخرة العظيم

اگر ظلم کرنے والوں سے مراد اہل مکہ لئے جائیں تو عذاب سے مراد یوم بدر کا عذاب ہوگا اور اگر عذاب قبر مراد لیا جائے تو ظالم سے مراد ہر ظالم ہوگا اور اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ

وذالک لانہ اذا قال عذابا دون ذالک ای قتلا وعذابا فی القبر لیتفکر المتفکر ویقول مایکون القتل دونہ لا یکون الا عظیما

تفسیر کبیر (۲۸: ۲۷۳)

آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کیونکہ جب کہا گیا کہ اس عذاب کے علاوہ ایک عذاب یعنی قتل (بدر کے روز) اور قبر میں عذاب تو سوچنے والا یہی سوچے گا جو عذاب اس کے علاوہ ہوگا وہ عظیم ہی ہو سکتا ہے۔

امام رازیؒ نے اس میں دو احتمال بیان فرمائے ہیں یہاں دوسرا احتمال (کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے) العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب (کہ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کا) کے اصول کے تحت اختیار کریں گے کہ یہاں ہر ظالم مراد ہے نہ کہ خاص وہی ظالم جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور بدر کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آئے اور دوسرا معنی لینے میں ہی زیادہ وسعت ہے اور پھر اس صورت میں معنی خود بخود حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی ظالموں میں سے تھے۔

درج ذیل آیت کریمہ بھی حیات برزخی کو ثابت کرتی ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج

ابراہیم (۱۴: ۲۷)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ اس دنیا میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں فی الآخرۃ سے مراد آخرت نہیں بلکہ قبر ہے۔

تائید

اس معنی کی تائید میں ایک حدیث بھی منقول ہے:

قَالَ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نزلت فی عذاب القبر

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت یثبت اللہ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری روایات اور محدثین، مفسرین کی تصریحات کے مطابق اللہ مومن کو قبر کے اندر ثابت قدم رہنے اور سوالات کے درست جوابات دینے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

سماع موتیٰ اب ہم سماع موتی کے بارے میں قرآنی آیات کا ذکر کر رہے ہیں جو کہ ہمارے زیر بحث موضوع "حیات برزخی" کو ثابت کرتی ہیں کہ ان آیات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

قرآن کریم کی وہ آیات جو سماع موتی پر دال ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔

البقرہ(۲:۲۶۰)

اے محبوب اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تیرا اس پر ایمان نہیں ہے عرض کیا ہاں کیوں نہیں لیکن اس لئے سوال کیا کہ (مشاہدہ کے بعد) میرے دل کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ فرمایا چار پرندے پکڑو انہیں اپنے ساتھ مانوس کرو اور پھر ان کے ٹکڑوں سے ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ اپنے پاؤں پر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آ جائیں گے اور جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

مفسرین کی تصریح سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور وہ ٹکڑے اللہ کے حکم سے اٹھ کر اپنے دوسرے ٹکڑوں کے ساتھ ملے اور پھر جسم اپنے اپنے سر کی جانب متوجہ ہوئے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھے اور باذن الٰہی زندہ ہو گئے۔

استدلال اور ایک قابل غور پہلو

اس آیت کریمہ میں بصراحت ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان پرندوں کے بلانے کا حکم دیا گیا حالانکہ وہ پرندے مردہ ہی نہیں بلکہ ان کے اجزاء بھی منتشر تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی غرق ہو جائے یا اس کا جسم سلامت نہ رہے اس کے باوجود بھی وہ سننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر ان پرندوں کا سننا محال ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسا حکم ہی نہ فرماتے اور پھر ان پرندوں کا آواز سن کر زندہ ہو جانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

چنانچہ امام رازیؒ اس امر کی تصریح فرماتے ہیں:

قد احتج اصحابنا بهذه الآية على ان البنية ليست شرطا في صحة الحيوٰة

تفسیر کبیر (۷:۳۶)

ہمارے اصحاب نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ جسم کا محفوظ رہنا تحقیق حیات کے لئے شرط نہیں ہے۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

آل عمران (۳:۴۹)

اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور برص (سفید داغ) والوں کو اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے صراحۃً یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور کتب تفاسیر میں ہے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے وقت قم باذن اللہ فرماتے۔ حضرت جب یہ الفاظ کہتے ' مردہ کھڑا ہو جاتا۔ چنانچہ اولاً مردے کا لفظ قم سننا ثابت ہوا اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ بالا معجزے کا

طور۔

قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ○

الاعراف (۷:۷۷-۷۹)

صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ اے صالح! جس عذاب کا تو ہمیں وعدہ دیتا ہے۔ وہ ہمارے پاس لے آ اگر در حقیقت تو مرسلین میں سے ہے۔ تو زلزلہ نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ پس وہ اپنے گھروں میں تباہ و برباد ہو گئے پھر فوراً حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور (بڑی حسرت سے) کہا اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

استدلال

حضرت صالح علیہ السلام قوم کی ہلاکت کے بعد ان سے فوراً جدا ہو گئے اس پر دلیل لفظ "فا" ہے جو کہ تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے فوراً بعد ان سے خطاب فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔

حدیث پاک سے تائید

حضور نبی اکرم ﷺ نے بدر کے مقتول کفار کو خطاب فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اطلع النبی ﷺ علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعدکم ربکم حقا

نبی اکرم ﷺ بدر کے کنویں میں پھینکے ہوئے مقتولین کفار پر جا کر کھڑے

فقیل لہ تدعو امواتا قال ماانتم باسمع منھم ولکن لایجیبون

صحیح البخاری (۱: ۸۳) کتاب الجنائز باب عذاب القبر)

ہو گئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچ پالیا ہے؟ تو آپ سے عرض کیا گیا آپ مردوں کو پکار رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دیتے (جو کہ تم کو سنائی دے سکے)۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○

الاعراف (۷: ۹۰-۹۳)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافر گروہ نے دوسروں سے کہا "اگر تم شعیب کی اتباع کرو گے تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے" تو انہیں زلزلہ نے اپنے گھیرے میں لے لیا پس وہ اپنے گھروں میں تباہ و برباد ہو گئے جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا (وہ ایسے مٹے) گویا کبھی وہاں آباد ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی انہی کا نقصان ہوا پھر (اس تباہی و بربادی کے بعد شعیبؑ) ان سے منہ پھیر کر چلے اور (لاشوں کے انبار کو مخاطب کر کے کہا) اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کے احکامات پہنچا دیئے اور تمہیں نصیحت کر دی۔ تو اب کفر کرنے والوں پر کیونکر افسوس

کروں؟

استدلال

اس آیت کریمہ میں بھی لفظ فاء ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی ہلاکت کے فوراً بعد ان سے جدا ہوگئے اور ان کو خطاب کرکے یہ الفاظ کہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں ورنہ یہ فعل عبث ہوگا جس کا وقوع نبی سے ممکن نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی تعلیم ہے کہ جب تم قبرستان میں سے گزرو تو مسلمان مُردوں کو سلام کیا کرو۔ اس سلام اور خطاب کے بارے میں علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

وھذا السلام والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل (الروح:۱۴)

یہ سلام، خطاب اور ندا موجود مردہ کے لئے ہے کہ وہ سنتا ہے۔ گفتگو کرتا ہے اور سمجھتا ہے۔

دوسرے مقام پر یوں کہتے ہیں:

فان السلام علی من لا یشعر ولا یعلم بالمسلم محال (الروح:۱۴)

مسلمان کو ایسے آدمی سے سلام کہنا محال ہے جو کہ جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ O اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ۔ فاطر(۳۵:۲۲۔۲۳)

بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہے اور آپ کو سنانے والے نہیں ہیں جو کہ قبروں میں ہیں آپ صرف (عذاب خداوندی سے) ڈرانے والے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ چاہے تو مردوں کو سنا سکتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مردے سن سکتے ہیں اور سننے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ اللہ کے چاہنے کے بغیر کوئی سنا نہیں سکتا کیونکہ کوئی بھی چیز اللہ کے اذن کے بغیر اور اللہ کے ارادے کے بغیر نہیں ہوسکتی ہاں اگر رسول اللہ ﷺ یا کسی

اور ہستی کو اذن ہو تو پھر ایسا ممکن ہے۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

الحج (۲۲:۲۷)

اے ابراہیم علیہ السلام لوگوں میں حج کا اعلان کردو' وہ تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیدل چل کر اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو کہ دور دراز کی مسافت طے کر کے آتی ہے۔

اس حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابو قبیس پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا تو تمام انسانوں نے خواہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے' اس کا جواب دیا۔ تو اس نص قرآنی سے یہ بات متحقق ہو گئی کہ انسان تخلیق سے پہلے بھی سماع خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے تو قبروں میں موجود اجسام کے لئے بطریق اولی سماع خطاب کا ثبوت ملتا ہے۔

استدلال

آیات مذکورہ میں کافروں کے علاوہ جانوروں کے لئے بھی سماع کا ثبوت ہے اور سماع' احساس اور شعور کے بغیر ممکن نہیں اور احساس اور شعور حیات کا تقاضا کرتے ہیں اگر کافر اور مشرک کو ان کے حسب حال حیات حاصل ہوتی ہے۔ تو ایک مومن کو یقیناً اس سے بلند درجہ حیات حاصل ہو گی۔

مومن کی حیات طیبہ

گزشتہ بحث میں اکثر آیات قرآنیہ سے جب ایک کافر اور مشرک کے لئے بھی حیات برزخ ثابت ہوتی ہے تو ایک مومن کے لئے تو پھر حیات برزخ بدرجہ اولی ثابت ہو گی لیکن قرآن حکیم میں ایک مقام پر بطور خاص مومن کی فقط حیات ہی نہیں بلکہ حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً ج

جس مرد یا عورت نے نیک اعمال کئے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

النحل (۱۶:۹۷)

زندگی ضرور عطا کریں گے اور ہم یقیناً انہیں جو وہ اعمال کرتے رہے اس سے بہتر اجر عطا کریں گے۔

استدلال

یہاں فلنحیینہ پر "فا" داخل ہے جو تعقیب مع الوصل کا تقاضا کرتی ہے (اور وہ پہلی چیز کے فوراً بعد کسی چیز کا پایا جانا ہے) تو یہاں ایمان اور عمل صالح کا بیان کر کے فرمایا کہ ہم ان کو فوراً پاکیزہ زندگی عطا کریں گے ظاہر ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے فوراً بعد حیات برزخی ہو گی نہ کہ قیامت کے روز کی زندگی اور پھر اس آیہ کریمہ میں کلام کو لام تاکید اور نون تاکید بلکہ نون ثقیلہ سے موکد لایا گیا ہے کہ ہم یقیناً اور ضرور بالضرور انہیں پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

شہداء کے لئے حیات برزخی

۱۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

البقرہ (۲:۱۵۴)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

۲۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

آل عمران (۳:۱۶۹۔۱۷۰)

اور ان لوگوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور ان انعامات پر وہ خوش ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں اور بشارتیں پاتے ہیں ان لوگوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے (اور) پیچھے رہ گئے ہیں کہ ان پر کچھ خوف

اور غم نہیں ہے۔

استدلال

ان دونوں آیات کریمہ سے بھی حیات برزخی کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ کفار کے مقابلے میں میدان جنگ میں جان دے کر اس دار فانی سے رحلت فرمانے والے شہداء کی دنیوی زندگی کی اختتام کو پہنچ چکی اور اخروی حیات سب کو حاصل ہے لہذا شہید کے لئے اس مقام پر جو حیات ثابت کی گئی ہے وہ حیات برزخی ہے۔ دوسری آیت میں اس پر تاکید بھی موجود ہے۔ اَلَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ ہمارے استدلال پر دلیل ہے کیونکہ قیامت کے روز سب اکٹھے ہوں گے' اس وقت پیچھے رہنے والے بھی نہیں ہوں گے اس لئے اس موت سے مراد حیات برزخی ہی ہوگی اور جب یہ چیز ثابت ہوگئی کہ حیات برزخی مراد ہے تو اب یرزقون (رزق عطا کیا جانا) فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ (اللہ کی عطا پر ان کا خوش ہونا) ویستبشرون کے الفاظ حیات پر صراحۃً دلالت کرنے والے ہوں گے۔

شہداء کے اجسام سلامت رہتے ہیں

اللہ کے برگزیدہ بندوں کے اجسام بھی سلامت رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض شہداء کے اجسام سلامت رہنے کا مشاہدہ بھی ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن معصعۃؓ فرماتے ہیں:

انه بلغه ان عمرو بن الجموح و عبد الله بن عمرو الانصاريين كانا قد حضر السيل قبرهما و كان قبرهما مما يلى السيل و كانا فى قبر واحد وهما من استشهد يوم احد فحفرا ليغيرا من مكانهما فوجدا لم يتغيرا كانهما ماتا بالامس و كان احدهم قد	انھیں خبر پہنچی کہ عمرو بن جموح اور عبد اللہ بن عمرو دونوں انصاری صحابی تھے سیلاب نے ان دونوں کی قبروں کو کھود ڈالا اور دونوں کی قبریں سیلاب بہنے کی جگہ کے قریب تھیں اور وہ دونوں ایک ہی قبر میں تھے اور غزوہ احد کے روز شہید ہونے والوں میں سے تھے۔

جرح فوضع یدہ علی جرحہ فدفن وھو کذالک فامیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت و کان بین احد وبین یوم حفر عنہما ست واربعون سنۃ"

(موطا امام مالک'
شرح الصدور: ۱۴۳)

پس ان دونوں کی قبر کو کھودا گیا تاکہ ان کو اس جگہ سے تبدیل کیا جائے پس ان دونوں کو ایسے پایا جیسے انہوں نے کل ہی انتقال کیا ہو اور ان میں سے ایک زخمی تھے اس لئے انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا انہیں اسی حالت میں دفن کردیا گیا اور وہ اسی حالت میں تھے (زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا) پس جب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو پہلے کی طرح پھر واپس لوٹ گیا اور غزوہ احد اور ان دونوں کی قبریں کھودنے کے دن کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شہیدوں کے بدن کو بھی اللہ تعالٰی سلامت رکھتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حیات مومن کو بھی حاصل ہے بلکہ کافر کو بھی حاصل ہے تو اگر شہداء کو بھی حاصل ہو تو اس میں ان کی خصوصیت کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسروں کو بھی حیات تو حاصل ہوتی ہے لیکن ان پر مردوں کے احکام بھی جاری ہوتے ہیں مثلاً نہلانا وغیرہ لیکن شہداء پر یہ احکامات بھی جاری نہیں ہوتے بلکہ شوافع کے نزدیک تو ان پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ شہداء جب زندہ ہیں تو زندہ کا جنازہ کیسا؟ جنازہ تو مردہ کا ہوتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالٰی نے ان کو مردہ کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

باب سوم

حیاتِ برزخی احادیث کی روشنی میں

گزشتہ باب میں ہم نے قرآنی آیات کی روشنی میں حیات برزخی کا ثبوت بیان کیا۔ اب ہم حدیث مبارکہ کی روشنی میں حیات برزخی کا ثبوت بیان کر رہے ہیں۔ اس لئے وہ احادیث جن سے حیات برزخی کا ثبوت ہوتا ہے ان میں سے بعض کا تذکرہ مختلف عنوانات کے تحت کر رہے ہیں۔

عذاب قبر

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی تو اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور کہا اللہ تمہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کے عذاب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

نعم عذاب القبر حق	ہاں عذاب قبر حق ہے۔

(صحیح البخاری ۱: ۱۸۳ کتاب الجنائز باب عذاب القبر)

۲۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ

یثبت اللہ الذین امنوا نزلت فی عذاب القبر	یثبت اللہ الذین اٰمنوا یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اهل القبور یعذبون فی قبورهم عذابا تسمعه البهائم	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل قبور کو عذاب دیا جاتا ہے جسے چارپائے سنتے ہیں۔

(شرح الصدور: ٦٦)

۴۔ ام مبشرؓ سے مروی ہے: میں نے عرض کیا

یارسول اللہ وانھم لیعذبون فی قبورھم قال نعم عذابا تسمعہ البھائم

(شرح الصدور: ٦٧)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا اہل قبور عذاب دیئے جاتے ہیں؟ فرمایا ہاں انہیں ایسا عذاب دیا جاتا جس کو چوپائے سنتے ہیں۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستتر من البول واما الاخر فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا نصفین فغرز فی کل قبر واحدۃ فقالوا یارسول اللہ لما صنعت ھذا قال لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا

(صحیح البخاری '۱: ۳۵ 'کتاب الوضوء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گزرے فرمایا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیئے جارہے بلکہ ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر آپ نے ایک تر شاخ لے کر دو ٹکڑے کردیئے اور ہر ایک کی قبر پر رکھ دیئے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟" آپ نے فرمایا "جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

٦۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلط علی الکافر فی قبرہ تسعۃ وتسعون تنینا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط

تلدغه حتی تقوم الساعة" فلو ان تنينا منها نفخ بالارض ماانبتت خضراء

مسند احمد بن حنبل (۳۸:۳)

کردیئے جائیں گے جو اسے قیامت تک ڈستے رہیں گے۔ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک مار دے تو زمین پر کبھی سبزہ نہ اگے۔

۷۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی سعد بن معاذ حین توفی فلما صلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضع فی قبرہ وسوی علیہ سبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسبحنا طویلا ثم کبر فکبرنا فقیل یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ عزوجل عنہ

مسند احمد بن حنبل (۳۶۰:۳)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف گئے جب انہوں نے وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر نماز جنازہ پڑھ لی اور وہ اپنی قبر میں رکھے گئے اور ان پر مٹی برابر کردی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی ہم نے بھی پڑھی' پھر تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اولا تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی؟ فرمایا "اس نیک بندے پر ان کی قبر تنگ ہوئی تھی حتیٰ کہ اللہ نے کشادہ کردی"۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ

بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلة" لہ ونحن معہ اذ حادت بہ فکادت تلقیہ واذا اقبر ستة" او خمسة" او اربعة" قال کذا کان یقول الجریری فقال من یعرف

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچر بدکا قریب تھا کہ آپ کو گرا دیتا۔ وہاں چھ یا پانچ یا چار ابن علیہ

اصحاب هذه الاقبر فقال رجل انا قال فمتى مات هولاء قال ماتوا فی الاشراک فقال ان هذه الامۃ تبتلی فی قبورها فلولا ان لا تدافنوا الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذی اسمع منه

صحیح مسلم (۲ : ۳۸۶) کتاب الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ

کہتے ہیں کہ جریری اسی طرح کہا کرتے تھے قبریں تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ان قبروں کو کون جانتا ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "یہ کب مرے؟" عرض کیا "زمانہ شرک میں" تب فرمایا کہ یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم عذاب قبر کو سننے کے بعد میتوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنادے جیساکہ میں سن رہا ہوں۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

قال ان المیت یصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبره غیر فزع ولا مشعوب فیفرج له فرجة قبل النار فینظر الیها یحطم بعضها بعضا فیقال له انظر الی ما وقاک الله ثم یفرج له قبل الجنة فینظر الی زهرتها وما فیها فیقال له هذا مقعدک

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر القبر والبلی)

حضور ﷺ نے فرمایا بیشک جب مردہ قبر میں پہنچتا ہے تو وہ صالح اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ گھبرایا ہوا نہ پریشان پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ وہ ادھر دیکھتا ہے کہ بعض بعضوں کو کچل رہے ہیں (بہت زیادہ آگ ہے) اس سے کہا جاتا ہے کہ ادھر دیکھو جس سے اللہ نے تجھے بچا لیا ہے۔ پھر جنت کی کھڑکی کھولی جاتی ہے

تو وہ اس کی ترو تازگی کی طرف دیکھتا ہے اور جو کچھ اس میں ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے۔ یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔ (جبکہ کافر پریشان ہوگا۔ اس کے لئے پہلے جنت کی اور پھر دوزخ کی اسی طرح کھڑکی کھولی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ جنہم تیرا ٹھکانہ ہے۔

قبر۔ جنت کا باغ بھی' دوزخ کا گڑھا بھی

قال رسول اللہ ﷺ انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

سنن الترمذی (۲:۶۹) کتاب صفۃ القیامۃ

حضور ﷺ کا قبر کو جنت کا باغ یا جنہم کا گڑھا فرمانا اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ قبر میں گناہوں کے سبب آدمی کو عذاب دیا جاتا ہے اور نیکیوں کے سبب آدمی پر انعام واکرام ہوتا ہے اور یہ کیفیت حیات کا تقاضا کرتی ہے۔

موت کے بعد انسان پر صبح و شام جنت یا جہنم کا ٹھکانہ پیش ہوتا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مرتا ہے تو صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ کا

حتی یبعثک اللہ یوم القیامۃ"
صحیح البخاری (۱: ۱۸۴) فی کتاب الجنائز باب المیت یعرض علیہ مقعدہ

ٹھکانہ۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تاآنکہ قیامت کے روز اللہ تجھ کو اٹھائے گا۔

قبر میں سوال جواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قبر المیت او قال احدکم اتاہ ملکان اسودان ازرقان یقال لاحدھما المنکر والاخر النکیر فیقولون ما کنت تقول فی ھذا الرجل فیقول ما کان یقول ھو عبد اللہ ورسولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ھذا ثم یفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا فی سبعین ثم ینور لہ فیہ ثم یقال لہ نم فیقول ارجع الی اھلی فاخبرھم فیقولان لہ نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ الیہ حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک وان کان منافقا قال سمعت الناس یقولون قلت مثلہ لا ادری فیقولان قد کنا نعلم انک تقول ذالک فیقال للارض التامی علیہ فتلتام علیہ فتختلف اضلاعہ فلا یزال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت قبر میں رکھی جاتی ہے یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلگوں آنکھوں والے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ پس وہ دونوں میت سے کہتے ہیں کہ تو اس محترم ذات (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا نظریہ اور عقیدہ رکھتا تھا وہ شخص وہی بات کہتا ہے جو دنیا میں کہتا تھا کہ "وہ اللہ کے عبد خاص اور رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص عبد اور رسول ہیں"۔ پس وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تو یہ جواب دے گا پھر اس (بندہ مومن) کی قبر میں ستر ستر

فیها معذبا حتی یبعثہ اللّٰہ من مضجعہ ذالک

سنن ترمذی (۱: ۱۲۷) ابواب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر

ہاتھ توسیع کردی جاتی ہے۔ پھر اس میں نورانیت پیدا کردی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے سوجا۔ وہ کہتا ہے میں اپنے اہل وعیال کی طرف جاتا ہوں اور انہیں (اپنے انجام کی) خبر دیتا ہوں۔ پس وہ فرشتے کہتے ہیں کہ دلہن کی طرح سو جاؤ جسے سوائے اپنے محبوب ترین اہل کے سوا کوئی نہیں اٹھاتا ہے (پس وہ شخص اس طرح آرام کرے گا) حتیٰ کہ اسے اللہ (قیامت کے روز) اس کی آرام گاہ سے اٹھائے گا اور اگر منافق ہو تو فرشتوں کو جواب دیتا ہے "میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا وہی کہہ دیا۔ میں حقیقت حال سے بے خبر ہوں"۔ فرشتے کہتے ہیں "ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا" پس زمین قبر کو حکم دیا جائے گا کہ اس پر سکڑ جا۔ پس زمین اس پر یوں سکڑ جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں اور اسے قبر میں ہمیشہ عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اسے قبر سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

یاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول ربی اللّٰہ فیقولان لہ ما دینک فیقول دینی الاسلام فیقولان لہ ماھذا الرجل الذی بعث فیکم قال فیقول ھو رسول اللّٰہ ﷺ وما یدریک فیقول قرأت کتاب اللّٰہ فامنت بہ وصدقت زاد فی حدیث جریر فذالک قول اللّٰہ تعالیٰ یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ وفی الآخرۃ ثم اتفقا قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنۃ والبسوہ من الجنۃ وافتحوا لہ بابا الی الجنۃ قال: فیاتیہ من روحھا وطیبھا قال ویفتح لہ فیھا مد بصرہ: قال وان الکافر فذکر موتہ قال وتعاد روحہ فی جسدہ ویاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان: من ربک؟ فیقول: ھاہ ھاہ لاادری فیقولان لہ مادینک؟ فیقول ھاہ ھاہ لاادری' فیقولان لہ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول ھاہ ھاہ لاادری' فینادی مناد من السماء

(میت کو دفنا دینے کے بعد) مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں پھر اسے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ جو تم میں بھیجے گئے ہیں۔ وہ کہتا ہے "آپ رسول اللہ ﷺ ہیں" فرشتے کہتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ اس پر ایمان لایا اسے سچا جانا۔ حدیث جریر میں یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یثبت اللہ الذین امنوا ---- الخ پھر دونوں متفق ہو گئے فرمایا پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے لہٰذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو' اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کی طرف جنت کا دروازہ کھول دو۔ پس کھول دیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس تک جنت کی ہوا آتی ہے اور جنت کی خوشبو آتی ہے اور تا حد نظر قبر میں فراخی کر دی

ان كذب فافرشوه من النار البسوه من النار وافتحوا له بابا الى النار' قال فياتيه من حرها وسمومها قال: ويضيق عليه قبره حتى تختلف فيه اضلاعه زاد في حديث جرير قال ثم يقيض له اعمى وابكم معه مرزبة من حديد' لو ضرب بها جبل لصار ترابا فيضربه بها ضربة" يسمعها مابين المشرق والمغرب الا الثقلين فيصير ترابا ثم تعاد فيه الروح

سنن ابی داؤد (۲:۳۰۶) فی کتاب السنہ"
باب المسئلہ فی القبر وعذاب القبر

جاتی ہے۔ کافر کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر وہ اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ مجھے تو معلوم نہیں۔ دونوں کہتے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ مجھے تو معلوم نہیں پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ' آگ کا لباس پہناؤ اور اس کی طرف آگ کا دروازہ کھول دو۔ فرمایا اس تک وہاں کی گرمی اور لو آتی ہے فرمایا اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ حدیث جریر میں یہ بھی ہے کہ اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو اندھا اور بہرہ ہے۔ اس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے جس کو اگر پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے پھر وہ اس کی ایک چوٹ مارتا تو اس کی آواز کو جنوں اور انسانوں

کے سوا مشرق و مغرب تک سب سنتے
ہیں اور وہ آدمی مٹی ہو جاتا ہے پھر
دوبارہ اس میں روح لوٹا دی جاتی
ہے۔

خلاصۂ استدلال

سابقہ آیات واحادیث سے میت کے لئے عذاب وثواب کا متحقق ہونا واضح طور ثابت ہوگیا ہے اور ثواب وعذاب ادارک وشعور کے بغیر ممکن نہیں اور ادراک وشعور حیات کا مقتضی ہے ورنہ آیات واحادیث سے ثابت درج ذیل:

۱۔ فرشتوں کا سوال کرنا۔

۲۔ میت (خواہ کافر ہو یا مومن) کا فرشتوں کے سوالات کے جواب دینا۔

۳۔ قبر کی ستر گز یا تاحد نظر توسیع ہونا۔

۴۔ قبر کا تنگ ہونا۔

۵۔ مردے کی پسلیوں کا باہم ایک دوسرے میں دھنس جانا۔

۶۔ میت پر سانپوں کا مسلط ہونا اور ڈسنا۔

۷۔ میت کے لئے جنت کا بستر بچھانا اور لباس پہنانا۔

۸۔ جنت کی طرف سے خوشبو آنا اور دوزخ کی طرف سے بدبو آنا۔

۹۔ آگ کا بچھونا بچھانا اور آگ کا لباس پہنانا۔

۱۰۔ فرشتوں کا گرزوں سے میت کو مارنا۔

۱۱۔ منافق کا قبر میں پریشان ہونا۔

اور اس کے علاوہ دوسرے امور کا کیا فائدہ؟ اس لئے برزخ میں احساس وشعور کا تسلیم کرنا واجب ہے ورنہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تکذیب لازم آئے گی۔

میت غسل دینے والے اور کفن پہنانے والے کو پہچانتی ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان المیت یعرف من یغسله ویحمله ویکفنه ومن یدلیه فی حفرته

(شرح الصدور:۳۹)

بے شک میت اپنے غسل دینے والوں اٹھانے والوں' کفن پہنانے والوں' اور قبر میں ڈالنے والوں کو جانتی ہے۔

حضرت عمر بن دینارؒ فرماتے ہیں:

مامن میت یموت الا وھو یعلم مایکون فی اھله بعده وانهم لیغسلونه ویکفنونه وانه لینظر الیهم

(شرح الصدور:۳۹)

جو آدمی بھی فوت ہو جاتا ہے وہ ان تمام امور کو جانتا ہے جو اس کے بعد ہوتے ہیں اور بیشک جو لوگ اسے غسل دے رہے ہوتے ہیں اور کفن پہنا رہے ہوتے ہیں میت ان کی طرف دیکھ رہی ہوتی ہے۔

میت' جنازہ اٹھتے وقت پکارتی ہے

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال اذا وضعت الجنازہ واحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت' قدمونی' وان کانت غیر صالحة قالت: یاویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شیء الا الانسان فلو سمعه لصعق

صحیح البخاری (۱: ۷۵) کتاب الجنائز باب حمل الرجال الجنازة دون النساء

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور جب آدمی اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ (میت) نیک ہو تو کہتی ہے کہ مجھے جلدی لے جاؤ اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتی ہے "ہائے افسوس تم کہاں لے جا رہے ہو" اس آواز کو انسانوں کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔ اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

مردوں سے زندوں کی طرح حیا کرنا

سلیم بن عتر رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

انہ مر علی مقبرۃ وھو حاقن قد غلبہ البول فقیل لہ: لو نزلت فبلت' قال: سبحان اللہ' واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء

(شرح الصدور: ١٢٥)

وہ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے اور پیشاب نے ان پر غلبہ کیا ہوا تھا ان سے عرض کیا گیا کہ آپ اتر کر پیشاب کرلیں۔ انہوں نے کہا' "سبحان اللہ! خدا کی قسم میں مردوں سے اسی طرح حیاء کرتا ہوں جس طرح زندہ لوگوں سے"۔

معلوم ہوا کہ مردہ شعور وادراک رکھتا ہے ورنہ اس سے شرمانے کا کیا معنی؟ مردوں سے حیاء کرنا ان کے شعور وادراک پر دلالت کرتا ہے اور شعور وادراک ان کی حیات پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم اس حدیث کو بیان کرکے آخر میں کہتے ہیں:

ولولا ان المیت یشعر بذالک لما استحیا منہ

(الروح: ١٢)

اور اگر میت کو ان چیزوں کا شعور نہ ہوتا تو وہ قبرستان میں قضائے حاجت کرنے سے نہ شرماتے۔

آہ وبکا سے میت کو قبر میں عذاب

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان المیت یعذب بالنیاحۃ علیہ فی قبرہ

شرح الصدور: (١٢٤۔١٢٥)

بے شک میت پر رونے کے سبب اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا کہ عذاب ادراک وشعور کے بغیر متصور نہیں اور

جب اس سے شعور ثابت ہوا تو حیات بھی ثابت ہو گئی۔

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کہ وہ قریب المرگ تھے اور وہ اپنے بیٹے کو وصیت کر رہے تھے:

فاذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولانار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ماتنحر جزور ویقسم لحمہا حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع بہ رسل ربی

صحیح مسلم (۱:۷۶) کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ

جب میں فوت ہو جاؤں تو کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ چلے اور نہ کوئی آگ میرے ہمراہ لائی جائے جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے ہونا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور اپنے رب کے بھیجے ہوئے ملائکہ کو ان کے سوالوں کے جواب دے سکوں۔

میت کو صیغہ خطاب سے سلام کہنا

حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں:

مر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المدینۃ فاقبل علیہم بوجہہ فقال السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللّٰہ لکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر

(شرح الصدور: ۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "سلام ہو تم پر اے اہل قبور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تم سے بعد میں آنے والے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مر رسول اللّٰہ ﷺ علی مصعب بن عمیر حین رجع من احد فوقف علیہ وعلی اصحابہ فقال اشھد انکم احیاء عند اللّٰہ فزوروھم وسلموا علیھم فو الذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا علیہ الی یوم القیامۃ"

(شرح الصدور: ۸۴)

رسول اللہ ﷺ غزوہ احد سے واپسی کے وقت مصعب بن عمیر کی قبر کے پاس سے گزرے تو ان کی اور ان کے اصحاب کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے ہاں زندہ ہو پس تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ان پر جب بھی کوئی سلام کرتا ہے تو یہ اس کا جواب دیتے ہیں (یہ دستور قیامت تک رہے گا)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کلما کان لیلتھا من رسول اللہ ﷺ یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ماتوعدون غدا موجلون وانا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد

(مشکوٰۃ: ۱۵۴)

جب کبھی رسول اللہ ﷺ کی رات میرے ہاں ہوتی آپ رات کے آخری حصے میں جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے "سلام ہو تم پر اے قوم مومنین جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ تمہارے پاس آ چکا قیامت کے دن تک تمہیں مہلت دی گئی ہے اور ہم بے شک انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال اذا مررت بالقبور وقد كنت تعرفهم فقل السلام عليكم يااصحاب القبور واذا مررت بالقبور لاتعرفهم فقل السلام على المسلين

(شرح الصدور: ۹۴)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو ایسی قبور سے گزرے کہ جن کو تو جانتا تھا تو کہہ! السلام علیکم یااہل القبور! اور جب تو ایسی قبور کے پاس سے گزرے جن کو تو نہیں جانتا تو یہ کہہ السلام علی المسلمین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال ابو رزين يارسول اللّٰه ان طريقي على الموتى فهل من كلام اتكلم به اذا مررت عليهم' قال: قل السلام عليكم يااهل القبور من المسلمن والمومنين انتم لنا سلف ونحن لكم تبع وانا انشاء اللّٰه بكم لاحقون قال ابو رزين يسمعون؟ قال: يسمعون ولكن لايستطيعون ان يجيبوا۔ قال يا ابا رزين! الا ترضى ان يرد عليك بعددهم من الملائكة"

مرقاة (۱۱۶:۴)

حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا آنے جانے کا راستہ قبرستان میں سے ہے کیا کوئی ایسا کلام ہے جسے میں قبروں میں سے گزرتے ہوئے پڑھوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو اے مسلمان مومن اہل قبور تم پر سلامتی ہو تم ہمارے اسلاف ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم انشاء اللہ تمہیں آملیں گے"۔ ابو رزین نے پوچھا یارسول اللہ! کیا وہ (اموات اور اہل قبور) سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ سنتے ہیں لیکن جواب کی استطاعت نہیں رکھتے اور فرمایا ابو رزین کیا تو اسے پسند نہیں کرتا کہ اہل قبور کی گنتی و شمار سے مطابق ملائکہ تجھے جواب دیں۔

ملا علی قاری" اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

ای جوابا یسمعه الحی والا لهم یردون حیث لانسمع	وہ ایسا جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے جسے زندہ سن سکے مگر یہ کہ وہ سلام کو لوٹاتے ہیں لیکن ہم نہیں سنتے۔
مرقاۃ (۴:۱۱۶)	

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قلت کیف اقول یارسول اللہ ﷺ قال: قولی السلام علی الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللّٰہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون	انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا (میں زیارت قبور کے وقت) کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو، سلام ہو اہل دیار مومنوں اور مسلمانوں پر اور اللہ ہمارے اسلاف اور بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔
سنن نسائی (۱ : ۲۸۷) کتاب الجنائز باب الامر بالاستغفار للمؤمنین	

استدلال

مذکورہ بالا احادیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب بھی اہل ایمان کسی قبر کے پاس جائے گا تو السلام علیکم، بعینہٖ خطاب کرے گا اور خطاب اسے کیا جاتا ہے جو کہ سننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور سمجھنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو اور یہ قدرت بغیر حیات کے ناممکن امر ہے۔ چنانچہ اس پر تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

هذا خطاب لمن یعقل ویسمع ولولا ذالک لکان هذا الخطاب بمنزلہ خطاب المعدوم والجماد السلف	یہ انداز خطاب اس آدمی کے لئے ہوتا ہے جو کلام کو سنتا اور سمجھتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو (کہ اہل قبور میں سننے اور

مجمعون على هذا وقد تواترت الاثار عنهم بان الميت يعرف زيارة الحي ويستبشر به

(الروح:۱۰)

سمجھنے کی صلاحیت موجود نہ ہو) تو یہ خطاب بمنزلہ معدوم اور جمادات کے ہوتا (جو کہ غیر معقول ہے) حالانکہ اسلاف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ آثار و روایات مروی ہیں کہ میت لوگوں کی زیارت کو جانتا ہے اور اس کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔

امام سیوطیؒ شرح الصدور میں فرماتے ہیں:

قال ابن القیم الاحادیث والاثار تدل على ان الزائر متى جاء علم به المزور (المیت) وسمع کلامه وانس به ورد سلامه علیه

(شرح الصدور: ۹۴)

ابن قیم نے کہا کہ احادیث اور آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جب زیارت کرنے والا آتا ہے تو جس کی زیارت کی گئی وہ (میت) اسے جان لیتا ہے اور اس کا کلام سنتا ہے اور اس کے ساتھ انس حاصل کرتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھا:

قد شرع ﷺ لامته ان یسلموا على اهل القبور سلام من یخاطبون فمن یسمع ویعقل

(شرح الصدور: ۹۴)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے اہل قبور پر سلام دینے کا جو طریقہ مسنون فرمایا وہ ایسے لوگوں کو سلام دینے والا انداز و اسلوب ہے جو کہ سنتے اور سمجھتے ہوں۔

میت قدموں کی آہٹ کو بھی سنتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم

صحیح البخاری (۱: ۱۸۳) کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس لوٹ جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

زندہ' میت سے زیادہ سننے والے نہیں

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اطلع النبی ﷺ علی اھل القلیب فقال: ماوجدتم ماوعدکم ربکم حقا۔ فقال لہ تدعوا اموا تا قال ماانتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون

صحیح البخاری (۱: ۸۳) کتاب الجنائز باب ما جاء فی عذاب القبر

رسول اللہ ﷺ بدر کے کنویں میں پھینکے ہوئے کفار مقتولین پر کھڑے ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو صحیح اور سچا نہیں پایا؟ تو آپ سے عرض کیا گیا آپ مردوں کو سناتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا مع عمر بین مکۃ والمدینۃ ثم انشاء یحدثنا من اھل بدر فقال ان رسول اللہ کان یرینا مصارع اھل بدر بالامس یقول: ھذا مصرع فلان

ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے مکہ اور مدینہ کے مابین پھر آپ نے ہمیں اہل بدر کے متعلق حدیث بیان فرمائی پس فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ

غدا انشاء اللّٰہ' قال فقال عمر:
فوالذی بعثہ بالحق ما اخطوا
الحدود التی حد رسول اللّٰہ ﷺ
قال فجعلوا فی بئر بعضھم علی بعض
فانطلق رسول اللّٰہ ﷺ حتی
انتھی الیھم قال یافلان بن فلان
ویافلان بن فلان ھل وجدتم
ماوعدکم اللّٰہ ورسولہ حقا فانی قد
وجدت ماوعدنی اللّٰہ حقا قال عمر:
یارسول اللّٰہ ﷺ کیف تکلم
اجسادا لاارواح فیھا قال: ماانتم
باسمع لما اقول منھم غیر انھم
لایستطیعون ان یردوا علی شیئا

صحیح مسلم (۲: ۳۸۷) کتاب الجنۃ- باب
عرض مقعد المیت من الجنۃ

ہمیں کفار کے ساتھ لڑائی شروع
ہونے سے پہلے روز قتل ہونے والے
کفار کی جائے ہلاکت دکھا رہے تھے۔
آپ فرماتے جاتے تھے کہ انشاء اللہ یہ
کل فلاں کافر کا مقتل ہوگا اور یہ فلاں
کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم
جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث
فرمایا ان کفار کے متعلق جو حدود آپ
نے متعین فرمائی تھیں وہ ان حدود
سے ذرہ بھر ادھر ادھر نہ گرے پھر ان
کو ایک دوسرے کے اوپر بدر کے
کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول خدا
ﷺ چلے حتیٰ کہ ان کے پاس پہنچ گئے
اور فرمایا "اے فلاں ابن فلاں! کیا تم
نے اس وعدہ کو پالیا جو اللہ نے اور
اس کے رسول نے تمہارے ساتھ کیا
تھا۔ تحقیق میں نے اس وعدہ کو حق پایا
جو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا"۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
"یارسول اللہ! آپ ان اجسام کے
ساتھ کیسے کلام فرما رہے ہیں جن میں
روح نہیں" آپ نے فرمایا جو کچھ بھی

کہہ رہا ہوں تم مردہ کفار سے زیادہ نہیں سن رہے مگر یہ کہ وہ جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم قال یاتیہ ملکان فیقعدانہ فیقولان

صحیح مسلم (۲:۳۸۶) کتاب الجنہ باب عرض مقعد المیت من الجنہ الخ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو دفن کرکے لوٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ تک سنتا ہے پس اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے اٹھا دیتے ہیں (پس اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ اس کے جوابات دیتا ہے اور اگر منافق ہو تو افسوس ہائے افسوس کہتا ہے)

اس روایت میں فرشتوں کے سوالات پوچھنے کا بیان ہے اور وہ ان سوالات کے جوابات دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ سنتا ہے تو پھر اس کے بعد ہی جوابات دیتا ہے یا انکار کرتا ہے۔ پس یہ ادراک اور شعور حیات کا مقتضی ہے۔

میت سلام کا جواب دیتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ما من احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام

شرح الصدور: ۸۴، طحطاوی: ۳۱۲

کوئی شخص جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے صاحب قبر دنیا میں جانتا تھا پس سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

زائر، میت کی دل لگی کا باعث ہوتا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استانس ورد علیہ حتی یقوم
(شرح الصدور: ۸۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بھی شخص جو کہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے اور وہ سلام کا جواب بھی دیتا ہے یہاں تک کہ وہ (زائر) کھڑا ہو جاتا ہے (یعنی وہ انس وسکون اس کے بیٹھنے تک رہتا ہے)۔

انہ قال انس ما یکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا
(شرح الصدور: ۸۵)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ آدمی جو میت سے دنیا میں محبت کرتا تھا جب وہ اس کی زیارت کرتا ہے تو یہ چیز اس میت کے لئے قبر میں سب سے زیادہ دل بہلانے والی ہوتی ہے۔

سلام کے وقت میت کی روح لوٹادی جاتی ہے

حضور ﷺ فرماتے ہیں

مامن مسلم یمر علی قبر اخیہ کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام
(الروح: ۱۰)

جب بھی کوئی مسلمان اپنے ایسے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں جانتا ہو پس وہ اس پر سلام کہتا ہے تو اللہ اس میت پر اس کی روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سلام کا جواب دیتا ہے۔

میت ' زائر کو دیکھتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كنت ادخل بيتي الذي دفن فيه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابي فاضع ثوبي فاقول انما هو زوجي وابي فلما دفن عمر معهم فو الله ما دخلت الا وانا مشدودة على ثيابي حياء من عمر

مسند احمدؒ بن حنبل (۶: ۲۰۲)

میں حجرہ اقدس میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد آرام فرما ہیں۔ میں پردے کا اہتمام نہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند ہیں' اور باپ ہیں اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو میں حجرہ میں اچھی طرح پردہ کے بغیر ہرگز داخل نہ ہوتی حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے۔

اس حدیث سے دو امور ثابت ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عقیدہ کے مطابق بوقت زیارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں دیکھتے تھے تو ان کو اس قدر پردے کے اہتمام کی ضرورت محسوس ہوئی تو معلوم ہوا کہ میت قبر میں بھی دیکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ جب صلحاء و بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کا ارادہ کیا جائے تو وہاں بڑے شرم و حیا کا مجسمہ بن کر جانا چاہیے۔

میت کو زندوں کی طرح تکلیف محسوس ہوتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الميت يوذيه في قبره ما يوذيه في بيته

(شرح الصدور: ۱۲۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت کو ہر وہ چیز اذیت پہنچاتی ہے جو اس کو اس کے دنیوی گھر میں تکلیف پہنچاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال: کسر عظم المیت ککسرۃ حیا (مشکوۃ:۱۴۹)	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے برابر ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیوتہ شرح الصدور:۱۲۶)	مومن کو حالت موت میں تکلیف دینا حالت حیات میں تکلیف دینے جیسا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لان اطا علی جمرۃ او علی حد سیف حتی یخطف رجلی الی من ان امشی علی قبر رجل مسلم وما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بین ظہرانیہ والناس ینظرون (شرح الصدور:۱۲۵)	میرے نزدیک انگاروں پر پاؤں رکھنا یا تلوار کی دھار پر یہاں تک کہ وہ پاؤں قطع کردے یہ چیز زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ کسی آدمی کی قبر پر پاؤں رکھوں اور مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے کہ میں قبرستان کے اندر قضاء حاجت کروں یا بازار کے درمیان اس حال میں کہ لوگ دیکھ رہے ہوں۔

حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رانی النبی ﷺ متکئا علی قبر فقال: لاتوذ صاحب ھذا القبر او لاتوذہ (مشکوۃ:۱۴۹)	رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر ٹیک لگائے دیکھا تو فرمایا اس صاحب قبر کو تکلیف نہ دو یا فرمایا اس کو تکلیف نہ دو"۔

مذکورہ احادیث میں مردے کو تکلیف پہنچانا اور ان کو تکلیف دینے سے روکنا

مردوں کے شعور وادارک پر دلالت کرتا ہے اور شعور وادراک حیات کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتا۔

خواب پر اعتماد کرتے ہوئے وصیت کا جاری کرنا

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیٹی فرماتی ہیں:

لما کان یوم الیمامہ خرج مع خالد بن ولید الی مسیلمہ فلما التقوا وانکشفوا قال ثابت وسالم مولی ابی حذیفہ ما ھکذا کنا نقاتل مع رسول اللہ ﷺ ثم حفر کل واحد احد لہ حفرۃ فثبتا وقاتلا حتی قتلا وعلی ثابت یومئذ درع لہ نفیسہ" فمر بہ رجل من المسلمین فاخذھا فبینما رجل من المسلمین نائم اذا اتاہ ثابت فی منامہ فقال: لہ اوصیک بوصیہ" فایاک ان تقول ھذا حلم فتضیعہ انی لما قتلت بالامس مربی رجل من المسلمین فاخذ درعی ومنزلہ فی اقصی الناس وعند خبائہ فرس یستن فی طولہ وقد کفا علی الدرع برمہ" وفوق البرمہ" رجل فات خالدا فمرہ ان یبعث الی درعی فیاخذھا واذا قدمت المدینہ" علی خلیفہ" رسول اللہ ﷺ یعنی

جنگ یمامہ کا دن تھا میرے والد حضرت خالد بن ولید کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی طرف نکلے۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ہوئے ثابت بن قیس بن شماس اور سالم مولی ابی حذیفہ نے کہا "ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اس طرح جنگ نہیں لڑ رہے تھے پھر ایک نے اپنے لئے گڑھا کھود لیا اور اس میں کھڑے ہو کر دونوں نے ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کیا یہاں تک کہ دونوں شہید ہو گئے اور اس دن حضرت ثابت کے بدن پر ایک نفیس زرہ تھی مسلمانوں سے ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا تو اس نے زرہ اتار لی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ایک مسلمان کو جبکہ وہ سو رہا تھا خواب میں ملے اور فرمایا "میں تجھ کو ایک وصیت کر رہا ہوں۔ اس بات سے ڈر کہ تو اس کو محض خواب کہے

ابابكر الصديق فقل له ان على من
الدين كذا وكذا وفلان من رقيقى
عتيق وفلان فاتى الرجل خالدا
فاخبره فبعث الى الدرع فاتى بها
وحدث ابابكر برؤياه فاجاز وصيته
(الروح:۲۳۔۲۴)

اور ضائع کر دے۔ جب میں گزشتہ دن شہید ہو گیا تو میرے پاس سے ایک آدمی گزرا اس نے میری زرہ اتار لی۔ اس آدمی کا گھر آبادی کے آخر میں ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا اپنی رسی کے ساتھ بندھا ہوا چر رہا ہے اس شخص نے زرہ کے اوپر ہنڈیا الٹی رکھی ہوئی ہے اور ہنڈیا کے اوپر پالان رکھا ہوا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیجئے کہ میری زرہ کے لئے آدمی بھیج کر اسے وصول فرمالیں نیز جب مدینہ طیبہ میں خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا قرض ہے اسے اتارا جائے اور میرے غلاموں میں فلاں فلاں غلام آزاد ہیں" وہ شخص حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا حضرت خالد نے آدمی بھیجے اور زرہ منگوائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی

درخواست پیش کی تو آپ نے ان کی وصیت کو نافذ کر دیا۔

اس روایت سے دیکھنا بھی ثابت ہوا کہ حضرت ثابت ؓ نے اس شخص کو زرہ اتارتے ہوئے دیکھا کہ فلاں فلاں آدمی ہے اور پھر حضرت خالد ؓ کا اس خواب پر اعتماد کرتے ہوئے زرہ واپس لینا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا اس وصیت کو نافذ کرنا شہداء کے علم وشعور پر روشن دلیل ہے اور پھر ان حضرات کا شہداء کی حیات کے متعلق عقیدہ بھی واضح ہے۔

زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کیے جاتے ہیں

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من الاموات فان کان خیرا استبشروا بہ وان کان غیر ذالک قالوا اللھم لاتمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا

(شرح الصدور: ۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقارب اور رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ نیک اعمال ہوں تو مردے اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر نیک نہ ہوں تو پھر وہ کہتے ہیں اے اللہ تو ان کو موت نہ دے یہاں تک کہ تو ان کو ہدایت دے دے جیسے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

حضرت نعمان بن بشیر ؓ فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ اتقوا اللہ فی اخوانکم من اھل القبور فان اعمالکم تعرض علیھم

(شرح الصدور: ۱۱۰)

میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے ہیں کہ اپنے قبروں والے بھائیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو بے شک تمہارے اعمال ان پر پیش

ہوتے ہیں (یعنی برے اعمال کرکے ان کو اذیت نہ پہنچایا کرو)

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لاتوذوا امواتکم — اپنے مردوں کو (برے اعمال کرکے) اذیت نہ پہنچاؤ۔

نیک اعمال پر مردوں کی خوشی

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تعرض اعمال الاحیاء علی الموتی فاذا رأوا احسنا فرحوا واستبشروا وان راو سوء قالوا اللھم راجع بہ
(الروح: ۱۳)

زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ نیکی دیکھیں تو خوش ہوتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں اور اگر وہ برائی دیکھیں تو کہتے ہیں اے اللہ! اس کو دور کردے۔

برے اعمال سے مردوں کو اذیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ لاتفضحوا موتاکم بسیئات اعمالکم فانھا تعرض علی اولیاء کم من اھل القبور
(شرح الصدور: ۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو اپنے برے اعمال کے سبب رسوا نہ کرو بے شک تمہارے اعمال اہل قبور میں سے تمہارے احباب پر پیش کئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا روایات میں مردوں پر زندوں کے اعمال پیش کرنے کا بیان ہے کہ مردے زندوں کے نیک اعمال پر فرحت اور انبساط حاصل کرتے ہیں اور برے اعمال کو دیکھ کر ان کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے فرمایا گیا کہ مردوں کو برے اعمال کرکے اذیت مت پہنچاؤ اعمال کا پیش کیا جانا اور پھر اس پر مردوں کا اس عمل کے مطابق اظہار مسرت

کرنا یا رنج وملال کی کیفیت سے دوچار ہونا حیات موتی پر دلیل ہے۔

اچھے کفن پر مردوں کا فخر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسنوا اکفان موتاکم فانهم یتباهون ویتزاورون فی قبورهم

(شرح الصدور: ۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو اچھا کفن دو بے شک قبروں میں وہ آپس میں فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

والزیارة وان کانت للروح ولکن الروح تعلق بالجسد

ردالمحتار (۱: ۶۳)

زیارت اگرچہ روح کے لئے ہوتی ہے لیکن روح کو جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولی احدکم اخاه فلیحسن کفنه فانهم یتزاورون فی اکفانهم

(شرح الصدور: ۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی بنے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اچھا کفن دے۔ بے شک وہ (مردے) اپنے ساتھیوں میں باہم زیارت کرتے ہیں۔

استدلال

متذکرہ بالا روایات میں فخر اور زیارت کا ذکر ہے اور زیارت اور فخر جسم وروح کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور اس صورت میں اسے شعور وادراک بھی ہوتا ہے جس سے حیات کا ثبوت ہوتا ہے۔

میت کا قبر میں تلاوت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضرب بعض اصحاب النبی ﷺ خبائه علی قبر وهو لا یحسب انه قبر فاذا فیه انسان یقراء سورۃ الملک حتیٰ ختمها فاتی النبی ﷺ فاخبره فقال النبی ﷺ هی المانعه هی المنجیه تنجیه من عذاب القبر

(کشف النور:۹)

نبی اکرم ﷺ کے بعض صحابہ نے قبر پر خیمہ لگایا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ تو اس میں ایک انسان سورہ ملک پڑھ رہا تھا یہاں تک ختم کر لی۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو عرض کیا (اس قصے کے متعلق) حضور ﷺ نے فرمایا یہ سورت عذاب کو روکنے والی اور عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

ابو القاسم سعدی کتاب الافصاح میں فرماتے ہیں:

هذا التصدیق من رسول اللّٰه ﷺ بان المیت یقرا فی قبره فان عبد اللّٰه اخبره بذالک وصدقه رسول اللّٰه ﷺ

(الروح:۱۱)

یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تصدیق ہے اس بات کی کہ صاحب قبر قبر میں قرآن کی قرأت کرتا ہے کیونکہ عبد اللہ نے اس واقعہ کی اطلاع دی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔

حضرت طلحہ ابن مقعدہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

اردت مالی بالغابه فادرکنی اللیل فاویت الی قبر عبد اللّٰه بن عمرو بن

میں نے غابہ میں اپنے مال کا ارادہ کیا تو مجھے رات ہو گئی۔ میں حضرت عبد اللہ

حزام فسمعت قراۃ من القبر فما سمعت احسن منها

(کشف النور:۹)

بن عمرو بن حزام کی قبر پر آیا تو قبر میں سے قرآن شریف پڑھنے کی ایسی آواز سنی کہ اس سے بہتر کبھی نہ سنی تھی۔

میت ازان کا جواب دیتی ہے

امام الکائی "السنہ" میں یحیٰی بن معین سے روایت کرتے ہیں:

قال لی حفارا عجب ما راینا من ھذہ المقابر انی سمعت من قبر والموذن یوذن وھو یجیبہ من القبر

(کشف النور:۹)

فرماتے ہیں کہ مجھے ایک قبر کھودنے والے نے بتایا کہ ہم نے اس قبرستان میں عجیب ترین بات دیکھی اور خود میں نے سنا کہ موذن ازان دے رہا ہے اور ایک قبر والا اس کا جواب دے رہا ہے۔

سہیلی نے دلائل النبوۃ میں بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ:

انہ حفر فی مکان فانفتحت طاقۃ فاذا شخص علی سریر وبین یدیہ مصحف یقراء فیہ وامامہ روضہ خضراء وذالک باحد وعلم انہ من الشھداء لانہ رای فی صفحتہ جرحا

(کشف النور: ۷۹)

انہوں نے ایک قبر کھودی تو وہاں ایک دریچہ کھل گیا۔ وہاں ایک شخص تخت پر موجود تھا اس کے سامنے قرآن پاک تھا جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ اس کے سامنے سرسبز باغ تھا۔ یہ واقعہ غزوہ احد میں پیش آیا۔ معلوم ہوا کہ وہ شہدا میں سے ہے کیونکہ اس کے چہرے کی ایک جانب زخم تھا۔

مذکورہ روایات سے میت کے قبر میں قرآن پڑھنے اور موذن کی ازان کے جواب دینے اور میت کے کراہنے وغیرہ کا بیان ہے۔ یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو قبر میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔ نیز شہداء کے لئے جسم کی سلامتی کا ثبوت بھی

ہے۔

لفظ زائر سے میت کے علم پر استدلال

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ ﷺ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا
(صحیح مسلم ۱: ۳۱۴ کتاب الجنائز باب فی الذھاب الی زیارۃ القبور)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ پس اب تم قبور کی زیارت کیا کرو۔

اس زیر نظر حدیث میں فزوروھا کے الفاظ ہیں تو قبروں پر جانے والے کو زائر کہ ساتھ تعبیر کیا ہے جیسے کہ دوسری روایات میں بھی ہے۔

علامہ ابن قیم اس بارے میں لکھتے ہیں:

یکفی فی ھذا تسمیہ المسلم علیھم زائرا ولولا انھم یشعرون بہ لما صح تسمیتہ زائرا فان المزوران لم یعلم بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ' ھذا ھو المعقول من الزیارہ عند جمیع الامم
(الروح: ۱۴)

اس سلسلے میں ان پر سلام کہنے والے کو زائر کا نام دینا ہی کافی ہے کیونکہ اگر وہ مردے شعور نہ رکھتے ہوں تو زیارت کرنے والے کو زائر کہنا کیونکر درست ہوتا اور اگر وہ زیارت کرنے والے کی زیارت کا علم نہ رکھتا ہو تو پھر اس کو زائر (زیارت کرنے والا) کا نام دینا درست نہیں اور یہی چیز تمام امتوں کے نزدیک زیارت کے حوالے سے عقل وقیاس کے مطابق ہے۔

دفن کے بعد میت کے لئے ثابت قدمی کی دعا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن

جب نبی اکرم ﷺ میت کے دفن

الميت وقف عليه فقال: استغفروا لاخيكم واسالو له بالتثبيت فانه الان يسئل

(سنن ابي داود' ۲: ۱۰۳ کتاب الجنائز باب الاستغفار عند القبر للميت)

کرنے سے فارغ ہوئے تو وہاں کچھ دیر ٹھہرے اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کہ اس سے اب سوالات ہو رہے ہیں۔

تلقین کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

اذا مات احدکم فسویتم علیه التراب فلیقم احدکم علی راس قبره ثم یقول: یافلان بن فلان! فانه یسمع ولکن لایجیب

(الطحاوی: ۳۰۸)

جب کوئی آدمی وفات پا جائے اور تم اسے دفن کر کے اس پر مٹی برابر کر لو تو چاہیے کہ تم میں سے ایک آدمی اس شخص کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور کہے اے فلاں کے بیٹے! وہ یقیناً اس آواز کو سنے گا مگر جواب نہیں دے گا۔

اس حدیث میں سماع کی تصریح ہے تلقین کرنے والے کی آواز' صاحب قبر سنتا ہے۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد علامہ ابن قیم فرماتے ہیں۔

فهذا الحديث وان لم يثبت فاتصال العمل به في سائر الامصار والاعصار من غير انكار كان في العمل به

(الروح: ۲۱)

یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں ہے لیکن تمام زمانوں اور تمام شہروں میں بغیر انکار کے اس پر عمل کرنا ہمارے عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله ﷺ لقنوا موتاکم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

(صحیح مسلم' ۱: ۳۰۰ کتاب الجنائز فصل فی تلقین المحتضر بلا الہ الا اللہ)

اس حدیث پاک میں جو تلقین کا ذکر ہے اس کے دو معانی ہیں۔
۱۔ حقیقی (حقیقی معنی ہے کہ دفن کے بعد تلقین کرنا)
۲۔ مجازی (مجازی معنی یہ کہ قریب المرگ کو تلقین کرنا)
مذکورہ بالا حدیث ہی حقیقی معنی کی تائید کرتی ہے اور یہی مسلک امام شافعی، امام احمد اور بعض احناف مثلا امام ابن ہمام، علامہ شامی، ملا علی قاری، امام طحاوی، شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرھم کا ہے۔ ان کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔
۱۔ علامہ ابن قیم و شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

الامام احمد رحمہ اللہ فاستحسنہ	امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین بعد از دفن کو مستحسن قرار دیا ہے۔
(الروح:۲۰)	

۲۔ امام طحاوی" فرماتے ہیں:

وتلقینہ بعد الدفن حسن واستحبہ الشافعیہ	میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا بہتر ہے اور شوافع نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔
(طحاوی:۴۰۸)	

۳۔ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی" فرماتے ہیں:

والتلقین بعد الدفن شئی اخر غیر الدعاء وھو مستحب عند کثیر من الشافعیہ وقد نقل عن بعض اصحابنا	اور دفن کے بعد تلقین دعا کے علاوہ دوسری شے ہے اور وہ اکثر شوافع کے نزدیک مستحب ہے اور ہمارے بعض اصحاب سے بھی منقول ہے۔
(لمعات، ۱:۲۰۰)	

۴۔ علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں:

ویدل علی ھذا ایضا ما جری علیہ عمل الناس قدیما والی الان من تلقین المیت فی قبرہ ولولا انہ یسمع ذالک وینتفع بہ لم یکن فیہ فائدۃ	قدیم زمانے سے لوگوں کا عمل اور اب تک میت کو اس کی قبر میں تلقین کرنا اس پر دلالت کرتا ہے اور اگر میت یہ نہیں سنتی اور نہ ہی نفع اٹھاتی ہے تو

وكان عبثا اس کے کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

(الروح: ۲۱۰)

معلوم ہوا کہ تلقین سے میت نفع اٹھاتی ہے اور اس کے لئے سماعت کا ثبوت بھی ہو جاتا ہے اور یہ تمام چیزیں حیات کی مقتضی ہیں ورنہ تلقین کرنا اور ان کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرنا بالکل عبث اور بے کار ہو گا۔

بابِ چہارم

حیاتِ برزخی

اقوالِ اکابرین کی روشنی میں

گزشتہ ابواب میں ہم نے کتاب و سنت سے حیات برزخی کو ثابت کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ، ائمہ، محدثین اور مفسرین میں سے چند ایک کے حیات برزخی کے بارے میں اقوال درج کر رہے ہیں تاکہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت ہو جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بزور الشہداء باحد فی کل حول .... فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ ثم ابوبکر کل حول یفعل مثل ذالک۔ ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان

(شرح الصدور: ۸۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ شہداء احد کی زیارت پورا سال فرماتے تھے۔ پس فرماتے "تم پر سلام ہو سبب اس کے جو تم نے صبر کیا۔ پس آخرت کی زندگی کتنی بہتر ہے" پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی پورا سال معمول تھا پھر عمر فاروقؓ کا پھر عثمان غنیؓ کا بھی یہی معمول تھا۔

علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں:

ھذا الخطاب لمن یسمع و یعقل

(الروح: ۱۰)

یہ خطاب ایسے آدمی کے لئے ہے جو سنتا بھی ہو اور عقل و شعور بھی رکھتا ہو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ سننے اور عقل و شعور رکھنے کا عقیدہ رکھتے تھے اور مردوں کے لئے یہ خصوصیات بغیر حیات برزخی کے ممکن نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

انہ مر بالبقیع فقال: السلام علیکم یااھل القبور اخبار ما عندنا ان نسائکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یاعمر ابن الخطاب اخبار ماعندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقناہ فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ

(شرح الصدور: ۸۷)

آپ جنت البقیع کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو ہمارے پاس خبریں ہیں کہ تمہاری عورتوں کی شادی ہو چکی اور تمہارے گھروں میں سکونت ہو چکی اور تمہارے اموال بانٹے جا چکے غیب سے ندا آئی اے عمر بن الخطاب ہمارے پاس بھی خبریں ہیں جو ہم نے آگے بھیجا ہم نے پالیا اور جو ہم نے خرچ کیا اس کا ہم نے نفع اٹھالیا اور جو ہم نے پیچھے چھوڑا تحقیق ہم نے نقصان اٹھایا۔

یہاں بھی صیغہ خطاب کے ساتھ مردوں کو پکارنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ان کی حیات کا عقیدہ رکھتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ا۔ اوپر روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی یہ معمول تھا کہ آپ پورا سال شہداء احد کے مزارات پر حاضری دیتے اور سلام ودعا کے الفاظ سے مخاطب کرتے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ حیات برزخی کے قائل تھے ورنہ مردوں کو خطاب کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

۲۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶ باب اثبات عذاب قبر میں حدیث پاک ہے کہ قبر پر کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک بھیگ گئی۔ پوچھنے پر فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو اس میں کامیاب ہوگیا وہ آخرت کی باقی

منزلوں میں بھی کامیاب ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

یہ واقعہ بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ حیات برزخی پر یقین رکھتے تھے اور اس میں عذاب کے قائل تھے ورنہ اس سے اتنا خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

فنادی یااھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ تخبرونا باخبارکم ام تریدون ان نخبرکم قال فسمعنا صوتا من داخل القبر وعلیک السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ یاامیر المؤمنین

(شرح الصدور:۸۷)

آپ نے اہل قبور کو ندا دی کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو تم ہمیں اپنی خبریں دو کیا تم چاہتے ہو ہم تمہیں خبریں دیں؟ فرماتے ہیں کہ ہم نے قبر کے اندر سے آواز سنی اے امیر المومنین تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا مردوں کا خطاب کرنا اہل قبور کی حیات پر دال ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ان کی حیات کے عملی ثبوت کے طور پر فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کی قبروں سے سلام کے جواب کی آواز بھی سنی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قبر کو روندنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ

(شرح الصدور:۱۳۶)

جیسے مومن کو اس کی حیات میں تکلیف دینے کو ناپسند کیا گیا ہے بے شک میں مومن کو موت کے بعد تکلیف دینا اسی طرح ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

ابن ربیع بیان کرتے ہیں:

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لہ لم اسکتہ یاابا عبد الرحمن؟ قال: انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل قبرہ

(شرح الصدور: ۱۲۵)

میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے پر تھا تو آپ نے کسی آدمی کے رونے کی آواز سنی کہ وہ رو رہا ہے پس آپ نے اس کی طرف آدمی بھیجا۔ اس نے اس آدمی کو خاموش کرا دیا۔ میں نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمٰن آپ نے اسے کیوں چپ کرایا؟ آپ نے فرمایا وہ آدمی رونے سے میت کو اذیت پہنچاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی قبر میں داخل کیا جائے۔

مندرجہ بالا دونوں روایات میں میت کو تکلیف پہنچنے کا بیان ہے اور تکلیف احساس و شعور کے بغیر ممکن نہیں اور احساس و شعور حیات کے بغیر محال ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

وکان سعد بن ابی وقاص یسلم علیھم ثم یقبل علی اصحابہ فیقول الا تسلمون علی قوم یردون علیکم السلام

(شرح الصدور: ۸۷)

سعد بن ابی وقاص ان (شہداء احد) پر سلام بھیجتے پھر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کیا تم ایسی قوم پر سلام نہیں بھیجتے جو تم کو سلام کا جواب دیتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں کو یہ کہنا کہ ان کو سلام کہو کیونکہ وہ سلام کا جواب دیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حیات برزخی پر یقین رکھتے تھے۔ کیونکہ سلام کا جواب حیات، شعور اور ادارک کے بغیر ناممکن ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

ان الزائر یستقبل القبر ویستدبر القبلۃ لیراہ المیت

(العرف الشذی ۱: ۲۰۲)

قبر کی زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ قبر کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے تاکہ میت اسے آسانی سے دیکھ سکے۔

امام شافعیؒ

جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد پہنچے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کو گئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی تو تکبیر میں رفع یدین نہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی اور اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت کی بولے اس امام کے ادب سے میں نے نہ پڑھا اور ان کے سامنے ان کی مخالفت کو روا نہ رکھا۔"

اس سے امام شافعی کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس نظریے کے بھی قائل ہیں کہ میت زائر کو دیکھتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ مجھے ان کے سامنے ان کی مخالفت روا نہیں۔ (الخیرات الحسان مترجم، ۱۵-۱۶)

علامہ ابن تیمیہ

بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ"

(الروح: ۷۲)

بلکہ اہل سنت کے نزدیک عذاب اور ثواب نفس اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔

فاما استماع المیت للاصوات من القراءۃ وغیرھا فحق

(الروح: ۱۰)

میت کا قراءت اور اس کے علاوہ دوسری آوازوں کا سننا حق ہے۔

علامہ ابن قیم

فھذا نص فی انہ یعرفہ بعینہ ویرد

یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ

علیه السلام
(اقتضاء الصراط المستقیم:۳۷۹)

سلام کہنے والے کو مردہ حقیقی طور پر پہچانتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

سید محمود احمد آلوسیؒ

فذهب کثیر من السلف الی انها حقیقه بالروح والجسد لکن لاتدرکها فی هذه النشأة بان الحیاة الروحانیه التی لیست بالجسد لیست من خواصهم فلایکون لهم امتیاز بذالک علی من عداهم
(روح المعانی' ۲:۲۰)

سلف میں کثیر کا یہ مذہب ہے کہ حیات روح اور جسد کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اس زندگی میں ہم اس کا ادارک نہیں کرسکتے کیونکہ وہ روحانی حیات جو کہ جسد کے ساتھ نہ ہو وہ شہداء کے خواص میں سے نہیں ہے پس ان کے لئے دوسروں کے مقابلے میں کوئی امتیاز نہ کرے۔

عندی ان الحیاة فی البرزخ ثابتة لکل من یموت من شهید وغیره
(روح المعانی' ۲:۲۱)

میرے نزدیک برزخی حیات ہر میت کے لئے ثابت ہے خواہ وہ شہید ہو یا غیر شہید۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ

وقد عرف بهذا ان حیاة جمیع الموتی بارواحهم واجسامهم فی قبورهم لاشک فیها
(شفاء السقام:۱۵۴)

تحقیق اس سے معلوم ہوا کہ تمام مردوں کی حیات ان کے جسم و روح کے ساتھ ان کی قبروں میں متحقق ہوتی ہے۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ

تمام اہلسنّت والجماعت اس پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سب مردوں کے لئے اور خاص کر انبیاء کے لئے ادراک مثل علم و سمع ثابت اور یقین ہے کہ حیات ہر میت کے

لئے قبر میں عود کر آتی ہے"۔ (جذب القلوب، مترجم: ۲۱۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

یصح ان یعرض علی الانسان المجموع المرکب من الجسد والروح مقعدہ من الجنۃ والنار ویحس اللذۃ والالم ویسمع الزائر یجیب المنکر والنکیر ونحو ذالک مما یثبت الکتاب والسنۃ"

(تفسیر مظہری، ۱۰: ۱۲۴۔۱۲۵)

یہ بات درست ہے کہ انسان پر جو کہ جسم و روح کے مجموعے سے مرکب ہے، اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ اور وہ راحت اور تکلیف محسوس کرتا ہے زائر کا کلام سنتا ہے اور منکر نکیر کا جواب دیتا ہے اور اسی طرح وہ تمام چیزیں واقع ہوتی ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ھل یعلم الاموات بزیارۃ الاحیاء فنعم یعلمون بذالک

(الحاوی للفتاوی ۲: ۳۰۲)

کیا مردے زندوں کی زیارت کو جانتے؟ فرماتے ہیں ہاں! وہ یہ جانتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ علم ہونا حیات پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ حیات کی تعریفات میں یہ بات گزر چکی ہے۔

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ

ھذا صریح فی ان روحانیات الموتی متصلۃ باجسامھم التی فی قبورھم وان بلیت اجسامھم وصارت ترابا

(کشف النور: ۱۲)

یہ اس بات میں تصریح ہے کہ مردوں کی روحیں اپنے اجسام کے ساتھ متصل ہوتی ہیں اگرچہ ان کے اجسام بوسیدہ ہو کر مٹی میں مل جائیں۔

اس میں صراحت ہے کہ خواہ جسم محفوظ نہ بھی ہوں روح کا بدن کے ساتھ

اتصال ہونے کے ساتھ دونوں پر عذاب قبر یا انعام ہوتا ہے اور یہ بات حیات برزخی پر دلیل ہے۔

ملا علی قاری حنفیؒ

واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق فى الميت نوع حيوٰة فى القبر قدر مايتألم او يتلذذ

(شرح فقہ اکبر:۱۲۱)

جاننا چاہیے کہ اس بات پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو قبر میں ایک خاص قسم کی زندگی عطا کردیتا ہے جس سے وہ تکلیف یا لذت کا احساس کرتا ہے۔

علامہ شامی حنفیؒ

ولا يرد تعذيب الميت فى قبره لانه توضع فيه الحيوة عند العامة بقدر مايحس بالالم والبنية ليست بشرط عند اهل السنة" تجعل الحياة فى تلك الاجزاء المتفرقة التى لا يدركها البصر

(فتاویٰ شامی ۳:۸۳۵)

عذاب قبر کو رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عام علماء کے نزدیک مردے کے اندر اتنی زندگی پیدا کردی جاتی ہے جس سے وہ تکلیف کا احساس کرسکے۔ اہل سنت کے نزدیک ڈھانچے کا باقی رہنا شرط نہیں ہے بلکہ جسم کے اجزائے متفرقہ میں ایسی جان ڈال دی جاتی ہے جسے نگاہ نہیں پاسکتی۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ

لا يخفى عليك ان ليس المراد بالحى ههنا ما يعاد فيه الروح ويصدر عنه الافعال الاختيارية بل مايدرك الالم واللذة فاذا خلق الله فيه ادراكا يكون سببا لادراك الالم واللذة يكون حيا

تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ زندہ سے مراد یہاں ایسا زندہ نہیں ہے کہ جس میں روح (پورے طور پر) لوٹا دی جائے اور اس سے (دنیاوی زندگی کی طرح) اختیاری فعل صادر ہونے

لاجمادا

(حاشیہ خیالی:۱۱۸)

لگیں بلکہ صرف اتنی زندگی مراد ہے جس سے تکلیف اور راحت کا ادراک ہو سکے جب اللہ تعالیٰ اس میں ادراک پیدا کر دیتا ہے جو تکلیف اور لذت محسوس کرنے کا سبب بنتا ہے تو اسے زندہ کہتے ہیں نہ کہ جماد۔

علامہ انور شاہ کاشمیری

اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر

(فیض الباری، ۲:۴۹۷)

میں کہتا ہوں کہ اموات کے سننے کے بارے میں حدیثیں تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں۔

مولانا خلیل احمد

کما ھی حاصلۃ لسائر المومنین بل لجمیع الناس

(المہند: ۱۳)

(انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو دنیوی زندگی حاصل ہے نہ کہ برزخی) جیسے کہ برزخی زندگی تمام مسلمانوں کو حاصل ہے بلکہ سب لوگوں کو بھی حاصل ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی

ان سماع الموتیٰ ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ

(فتح الملہم، ۲:۴۷۹)

بے شک سماع موتیٰ جن احادیث سے ثابت ہے وہ تعداد میں بہت زیادہ اور صحیح ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ

بالجملۃ لم یدل دلیل قوی علی نفی سماع المیت وادراکہ وفہمہ وتاملہ

خلاصہ قرآن وسنت میں کوئی دلیل قوی مُردوں کے سننے، جاننے، سمجھنے

لامن الکتاب ولامن السنہ بل سنن الصحیحہ الصریحہ دالہ علی ثبوتھا لہ "لاحادیث الدالہ علی ان المیت یتاذی بہ مایتاذی منہ الحی۔

اور سوچنے کی نفی نہیں کرتی بلکہ سنن صحیحہ صراحۃ ان چیزوں کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میت کو ان تمام چیزوں سے اذیت پہنچتی ہے۔

الاحادیث الصحیحۃ الدالۃ علی ان المیت یسمع سلام من یسلم علیہ ویجیب السلام ویفہم کلام الاحیاء اقوالہ ﷺ الدالۃ علی ان المیت یستانس بزائرہ ویجیب سلامہ

(عمدۃ الرعایہ۔ شرح الوقایہ۔ کتاب الایمان، ۲:۲۵۴)

احادیث صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میت سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتی اور اس کو جواب دیتی ہے اور زندہ کے کلام کو سمجھتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اقوال مبارکہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت زیارت کرنے والے کے ساتھ مانوس ہو جاتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔

مولانا وحید الزمان

ولذالک تسمع الموتی فی القبور سلام الزائرین وکلامھم ویعرفون من یسلم علیھم

(ہدیۃ المہدی:۵۹)

یہی وجہ ہے کہ مردے قبروں میں زائرین کے سلام اور ان کے کلام کو سنتے ہیں اور ان پر سلام بھیجنے والے کو پہچانتے بھی ہیں۔

شیخ محمد علوی مالکی

ان الحیاۃ البرزخیۃ حیاۃ حقیقۃ وان المیت یسمع ویحس ویعرف

بے شک حیات برزخی حیات حقیقی ہے سو بے شک میت سنتی ہے اور محسوس

سواء کان مومنا ام کافرا — کرتی ہے اور پہچانتی ہے خواہ وہ (میت) مومن ہو یا کافر۔

(مفاہیم: ۲۴۴)

حیات النبی ﷺ پر عمومی استدلال

گزشتہ بحث سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ ایک عام مومن تو کیا ایک کافر کے لئے بھی حیات برزخی ثابت ہے البتہ کافر کی حیات اور مومن کی حیات میں مراتب کے اعتبار سے ضرور فرق ہے۔ اس طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات مراتب کے اعتبار سے غیر انبیاء سے کہیں بلند ہے اور پھر سید الانبیاء حبیب کبریا علیہ السلام کی حیات اور دوسرے

لوگوں کی حیات کے مابین بے انتہا فرق ہے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ باقی تمام انبیاء سے بھی کہیں بلند وبالا ہے۔ یہی وجہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا ذکر تخصیص کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ — اے محبوب! آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی وفات پانے والے ہیں۔

(الزمر ۳۹: ۳۰)

وجہ استدلال

اس آیہ کریمہ میں واؤ عطف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور عطف لفظاً اور معناً تغایر کا مقتضی ہے۔ چنانچہ اس پر چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

مولانا عبد الرحمان جامی فرماتے ہیں:

الواو ای اصلھا العطف وھی دلیل الانفصال — واؤ جس کا اصل عطف ہے اور وہ انفصال (جدائی) کی دلیل ہے۔

(شرح جامی: ۹۶)

علامہ ابن قیم (شاگرد علامہ ابن تیمیہ) اس چیز کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

حقیقۃ العطف مغایرۃ — عطف کی حقیقت مغایرت ہے۔

(جلاء الافہام: ۱۱۴)

اور علامہ موصوف دوسرے مقام پر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

فعطف الرحمۃ علی الصلوۃ فاقتضی ذالک تغائرھما ھذا اصل العطف (جلاء الافہام: ۸۳)	رحمت کا عطف صلوۃ پر ہے پس یہ عطف ان دونوں چیزوں کے مابین تغائر کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ (تغائر) عطف کی اصل ہے۔

لہٰذا ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ سید المرسلین حضور نبی کریم ﷺ کی حیات بعد از وصال اور دوسرے لوگوں کی حیات میں برابری نہیں بلکہ فرق ہے اور آپ کی حیات مبارکہ نوعیت وکیفیت اور درجات ومراتب کے اعتبار سے بلند وبالا ہے۔ اس لئے اس آیت مبارکہ میں تخصیص کے ساتھ آپ کے وصال کا ذکر کیا گیا۔

زندگی دے اور زندہ نہ ہو--------!

ابتدائی دور میں حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ اس وجہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کافی دیر کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر یہ بات شاق گزری۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے لئے ایک منبر بنوالیا جائے جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کریں بعض روایات کے مطابق یہ درخواست گزار ایک خاتون تھیں۔ خاتون نے عرض کیا کہ میرا بیٹا بڑھئی ہے' لکڑی کا کاروبار کرتا ہے اگر اجازت ہو تو میں منبر بنوا کر آپ کی خدمت میں پیش کردوں' حضور نبی اکرم ﷺ نے اس درخواست کو منظور کرکے اجازت مرحمت فرمادی۔ منبر بن کر مسجد نبوی میں آگیا اور جب اگلے جمعہ آپ ﷺ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا شروع فرمایا تو اس تنے نے محسوس کیا کہ آج محبوب نے مجھے چھوڑ کر منبر کو زینت بخشی ہے چنانچہ وہ زار وقطار رونے لگا۔ مجلس میں حاضر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کے رونے کی آواز کو سنا۔ جب آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس کے

پاس تشریف لے گئے اور اس پر دست شفقت رکھا جس پر وہ سسکیاں لیتا ہوا بچوں کی طرح خاموش ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان النبی ﷺ يخطب الى جذع فلما اتخذ المنبر تحول اليه فحن الجذع فاتاه فمسح يده عليه

(صحیح البخاری' ۱ : ۵۰۶-۵۰۷) کتاب المناقب' باب علامات النبوۃ فی الاسلام

رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے جب منبر تیار ہو گیا تو آپ اسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اس پر اس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر دست شفقت رکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فصاحت النخلة صياح الصبی ثم نزل النبی ﷺ فضمها اليه تان انين الصبی الذی يسكن

(ایضاً)

کھجور کے تنے نے بچے کی طرح رونا شروع کر دیا۔ رسالت مآب ﷺ منبر سے اتر کر اس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اسے بغل میں لے لیا۔ جیسے روتے ہوئے بچے کو چپ کرایا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالک الجذع صوتا کصوت العشار حتی جاء النبی ﷺ فوضع يده عليها فسكنت

(ایضاً)

ہم نے اس تنے کی آواز کو سنا وہ اس طرح رو رہا تھا جس طرح کہ کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتی کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اس پر اپنا دست شفقت رکھ دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

ان مذکورہ روایات سے معلوم ہو گیا کہ لکڑی کا ایک خشک اور بے جان ستون جو کہ علم و ادراک کی کیفیات سے بھی آشنا نہ تھا بلکہ علم و ادراک وغیرہ کے محلات سے محروم تھا کیونکہ اس دنیا میں حیات کے لئے پہلے محل حواس وغیرہ کا ہونا ضروری ہے حضور ﷺ کے ساتھ مس ہو جائے تو اسے بھی حیات نصیب ہو جاتی ہے تو آپ اندازہ لگائیے کہ وہ آقا جو خود دوسروں کو حیات کی خیرات عطا کرنے والے ہیں اور پھر ایسی چیزوں کو جن میں حیات کے تقاضے بھی نہیں پائے جاتے' اس آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو کتنی کامل تر حیات نصیب ہو گی؟

حصہ دوم

حیات النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱ - حیات النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آیاتِ قرآنی کی روشنی میں
۲ - حیات النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث کی روشنی میں
۳ - حیات النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اقوال اکابرین کی روشنی میں

باب اول

حیات النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات قرآنی کی روشنی میں

اس کتاب کا اصل مقصود حیات النبی ﷺ کا بیان ہے ہم نے اس کتاب کے حصہ اول میں حیات برزخی کے متعلق بیان کیا تاکہ حیات النبی ﷺ کے موضوع کو آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکے اور پھر عام آدمی کی حیات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے مابین درجات کا تفاوت واضح ہو جائے ہم نے حیات برزخی کے بیان کے آخر میں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر عمومی استدلال کیا۔ اب ہم قرآن کریم کی ان آیات کا تذکرہ کر رہے ہیں جن میں خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی حیات کا ثبوت ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام آیات سے بطریق اولیٰ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کا ثبوت ہو گا اور پھر وہ آیات بھی بیان کریں گے جو بطور خاص حضور ﷺ کی حیات طیبہ پر دلالت کرتی ہیں۔

دونوں طرح کی آیات میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(البقرہ ۲: ۱۵۴)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

۲۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا

اور تم ان لوگوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور ان انعامات

بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

(آل عمران:۱۶۹-۱۷۰)

پر خوش ہوتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں اور وہ بشارتیں پاتے ہیں ان لوگوں کے متعلق جب ابھی ان سے نہیں ملے (اور) پیچھے رہ گئے ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

استدلال

یہ دونوں آیات حیات شہداء پر بصراحت دلالت کرتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کا درجہ شہداء سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ حیات ثابت ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو تمام انبیاء سے بھی بلند وبالا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بھی ان آیات سے ثابت و متحقق ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ شہادت پر کیسے فائز ہیں؟

امام تقی الدین سبکی ان آیات پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت کئی وجوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صادق آتی ہے۔

احدھما ان ھذہ رتبہ شریفہ اعطیت للشھید کرامۃ لہ ولا رتبہ اعلی من رتبہ الانبیاء ولاشک ان حال الانبیاء اعلی واکمل من حال جمیع الشھداء فیستحیل ان یحصل کمال للشھداء ولایحصل للانبیاء لاسیما ھذا الکمال الذی توجب زیادۃ القرب والزلفی والنعیم والانس بالعلی

ان وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ یہ عظیم رتبہ شہید کو اعزاز دیا جاتا ہے اور انبیاء کے رتبے سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں ہو سکتا اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کا حال تمام شہداء کے حال سے اعلیٰ اور کمال تر ہے پس محال ہے کہ شہداء کو کمال ہو اور انبیاء کو حاصل نہ ہو خصوصاً یہ کمال جو کہ

الاعلى والثاني ان هذه الرتبه حصلت للشهداء اجرا على جهادهم وبذلهم انفسهم لله تعالى والنبى ﷺ هو الذى سن لناذالک ودعانا اليه وهدانا له باذن الله تعالى وتوفيقه وقد قال ﷺ من سن سنه حسنه فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامه ومن سن سنه سيئه فعليه وزرها ووزر من عمل بها الى يوم القيامه وقال ﷺ من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من يتبعه لاينقص ذالک من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلاله كان عليه من الاثم مثل اثام من يتبعه لا ينقص ذالک من آثامهم شيئا والاحاديث الصحيحه فى ذالک كثيره مشهورة فكل اجر حصل للشهيد حصل للنبى ﷺ هكذا نقول ان جميع حسناتنا واعمالنا الصالحه وعبادات كل مسلم مسطور فى صحائف نبينا محمد ﷺ زياده على ماله من الاجر ويحصل له ﷺ من الاجور بعدد امته اضعافا لايحصرها الا الله تعالىٰ

اس بلند ذات کے قرب ووصال اور انس ومحبت کی زیادتی کو لازم کرتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شہداء کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور جان اللہ کے راستے میں قربان کرنے پر بطور اجر یہ عظیم رتبہ حاصل ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے اذن اور توفیق سے ہمیں اس طرف بلایا اور ہمیں اس کی طرف رہنمائی کی اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اس کے لئے اس کام کا ثواب ہے اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب شامل ہے اور جس نے برا طریقہ جاری کیا اس کا گناہ بھی ہوگا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی (اور دوسرے مقام پر) حضور ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا کہ ہدایت کی اتباع کرنے والے کو ملتا ہے ان کے اجر میں کمی ہوئے بغیر۔ اور جس نے

ويقصر العقل عن ادراكها الثالث ان النبي ﷺ شهد فانه ﷺ لما سم بخيبر واكل من الشاه المسمومة وكان ذالک سما قاتلا من ساعته مات منه بشر بن البراء رضی الله عنه وبقی النبی ﷺ وذالک معجزه فی حقه صار الم السم يتعاهده الى ان مات به ﷺ فی مرضه الذی مات فيه مازالت اكله خيبر تعادنی حتی كان الآن اوان قطعت ابهری قال العلماء فجمع الله له بذالک بين النبوه والشهاده

(شفاء السقام: ۱۴۰۔۱۴۱)

گمراہی کی طرف بلایا تو اس کو اس برائی کی تابعداری کرنے والوں کی مثل گناہ ہوگا ان کے گناہ میں کمی ہوئے بغیر۔ اس بارے میں صحیح احادیث مشہور ہیں اور کثیر ہیں۔ پس ہر اجر جو شہید کو حاصل ہوگا وہ نبی کریم ﷺ کو بھی حاصل ہوگا کیونکہ آپ سرچشمہ خیر اور منبع رشد وہدایت ہیں۔ ایسے ہی ہمارے نیک اعمال اور تمام نیکیاں اور ہر مسلمان کی عبادتیں ہمارے نبی مکرم ﷺ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ (اس عمل پر) آپ کے اپنے اجر کے علاوہ اور حضور ﷺ کے لئے اپنی امت کی تعداد سے کہیں زیادہ اجر حاصل ہوگا کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا اور عقل انسانی اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے بیشک حضور اکرم ﷺ فی الحقیقہ شہید ہیں کیونکہ آپ ﷺ کو غزوہ خیبر کے موقعہ پر زہر دیا گیا اور آپ نے بکری کا زہر آلود گوشت تناول فرمایا۔ وہ زہر زہر قاتل تھا اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ اس کے

کھانے سے اسی وقت انتقال کر گئے تھے اور نبی اکرم ﷺ زندہ رہے یہ آپ کے حق میں معجزہ تھا۔ زہر کا درد حضور ﷺ کے مرض موت تک رہا۔

پہلی وجہ تو بدیہی سی ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل ہیں جس پر کتاب وسنت کے کثیر دلائل ہیں۔ یہاں فقط آپ کا ارشاد گرامی پیش خدمت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انا سید ولد ادم یوم القیامۃ ولا فخر
(مشکوٰۃ: ۵۱۳)

میں روز قیامت تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔

دوسری وجہ کے ضمن میں احادیث کا ذکر بھی بطور دلیل آچکا ہے لیکن بطور خاص حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں تو یہ چیز اور بھی واضح ہو جائے گی کہ حضور ﷺ ان کو دنیا میں پھول قرار دیتے تھے ان میں سے حضرت امام حسین؄ پر شہادت ظاہری کا ظہور ہوا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر شہادت سری کا ظہور ہوا۔ جس طرح درخت کی ٹہنیوں پر لگے ہوئے پھل کو دیکھنے والا کہتا ہے کہ ان شاخوں کا پھل ہے لیکن حقیقت کی آنکھ سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ یہ شاخوں کا نہیں بلکہ یہ اصل (جڑ) کا پھل ہے کیونکہ اگر جڑ نہ ہوتی تو ان شاخوں پر پھل کیسے لگتا؟ اسی طرح شہادت ظاہری اور سری کا ظہور حضور ﷺ کے پھولوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما میں ہوا۔ ظاہری نظر سے دیکھیں تو شہادت گلستان نبوت کے ان پھولوں سے نظر آتی ہے لیکن حقیقت سے دیکھا جائے تو یہ سب فیضان نبوت سے تھا کیونکہ یہ فیضان نہ ہوتا تو ان شہادتوں کا ظہور ہی ممکن نہ تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زہر کے باعث شہادت واقع ہوئی جیساکہ روایات میں مذکور ہے لیکن اسی وقت یا میدان جنگ میں شہادت کے واقع نہ ہونے کا سبب اللہ کا وعدہ تھا کہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) اس طرح فوراً شہادت کی صورت میں اس وعدہ کا خلاف لازم آتا ورنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ میں نوبار قسم اٹھا کر یہ کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں کہ حضور ﷺ شہید کر دیئے گئے اس کے کہ میں ایک قسم اٹھا کر یہ بات کہوں کہ حضور ﷺ شہید نہیں کیے گئے۔

ان مذکورہ تین وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک اور جہت ملاحظہ کیجئے جس کا ذکر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من کانت حیاتہ بنفسہ یکون مماتہ بذھاب روحہ ومن کانت حیاتہ بربہ فانہ ینتقل من حیاۃ الطبع ای حیاۃ الاصلی وھی حیاۃ الحقیقۃ واذا کان القتیل بسیف الشرعیۃ حیا مرزوقا فیکف من قتل بسیف الصدق والحقیقۃ

(روح البیان' ۲:۱۲۵-۱۲۶)

جو اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ روح کے نکل جانے سے مردہ ہو جاتا ہے اور جو اپنے رب کے ساتھ زندہ ہے وہ نہیں مرتا بلکہ وہ حیات طبعی سے حیات اصلی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ جب شریعت کی تلوار سے قتل ہونے والا زندہ ہے اور رزق دیا جاتا ہے تو صدق وحقیقت کی تلوار سے قتل ہونے والا کتنی اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہو گا۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر اس راہ پر چلنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔

مختصر یہ کہ ان مذکورہ وجوہات کو سامنے رکھیں تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپ کو شہادت کا مرتبہ عطا ہوا بلکہ شہادت عظمیٰ کا مرتبہ نصیب ہوا اس لئے آپ ﷺ کو عطا کردہ حیات شہداء سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۲۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ

(الزخرف' ۴۳:۴۵)

وہ رسول جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمائے ان سے پوچھئے کیا ہم نے رحمٰن عزوجل کے علاوہ کوئی معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔

استدلال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لما اسری به صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی بعث اللہ له ادم علیه السلام وجمیع المرسلین من ولده فاذن جبرائیل علیه السلام ثم اقام فقال یامحمد تقدم فصل بهم فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلوة قال له جبرائیل علیه السلام' واسال یامحمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لااسال لانی لست شاکافیه

(تفسیر کبیر' ۲۷:۲۱۶)

جب شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا تو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے تمام رسولوں کو مسجد میں جمع فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی اور پھر اقامت کہی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آگے تشریف لایئے اور انہیں نماز پڑھایئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث کیا ہے دریافت کیجئے تو آپ نے فرمایا میں نہیں پوچھتا کیونکہ اس میں مجھے کوئی شک نہیں۔

اس آیت کریمہ سے مختلف طریقوں سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال ہو سکتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام سے خطاب کرنے کا حکم دیا جانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انبیاء

علیہم السلام کی حیات کو تسلیم کیا جائے جیسا کہ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

هذا السلام والخطاب والنداء لموجود يسمع	یہ سلام خطاب اور ندا ایسے شخص کے لئے درست ہے جو کہ سننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
(الروح: ۱۴)	

اور سننا حیات کے بغیر محال ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رسل عظام سے پوچھنے کا حکم صادر فرمایا ہے اور اگر یہ ممکن نہ تھا اور وہ حیات نہ ہونے کے سبب جواب دینے سے قاصر تھے تو ایسا حکم تکلیف ما لایطاق (ایسی بات کا حکم دینا جس کی استطاعت آدمی نہ رکھتا ہو) کے تحت آئے گا جو کہ باطل ہوتی ہے اور اللہ کی ذات ایسا حکم دینے سے بلند ہے اور اس پر خود ارشاد باری تعالیٰ بھی شاہد و عادل ہے۔ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** کہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے۔

۳۔ پھر یہ کہ اس صورت میں حضور اکرم ﷺ بھی اس حکم خداوندی پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے اور حضور ﷺ سے کسی حکم الٰہی پر عمل نہ کرنا محال ہے کیونکہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کا حسن خلق ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ	بے شک آپ خلق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

جس کی تفسیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس طرح فرماتی ہیں۔

كان خلقه قرآن	آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔

اور خلق کا معنی ہے **ملكة يصدر الافعال بسهولة من غير تكلف** ایسا ملکہ کہ تمام افعال سہولت کے ساتھ بغیر تکلیف کے صادر ہوتے ہیں اور یہاں سہولت کے ساتھ تو کجا بالکل عمل پر نہیں ہو گا۔ لہٰذا اس حکم پر تعمیل کو ماننا پڑے گا اور اس حکم پر تعمیل فقط اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ انبیاء علیہم السلام حیات سے بہرہ ور ہوں۔

روایت مذکور میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء علیہم السلام سے نہ پوچھا۔ لیکن امام تقی الدین سبکیؒ نے اس بات کی تصریح فرما دی کہ حضور

ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے پوچھا تھا۔

ان النبی ﷺ سالهم لیلة الاسراء
(شفاء السقام:۱۳۹)

بے شک نبی اکرم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے معراج کی رات پوچھا۔

۴۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا
(البقرہ‘ ۲:۱۴۳)

اس طرح ہم نے تم کو امت وسط (افضل) بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ و نگہبان ہو جائیں۔

۵۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا
(النساء‘ ۴:۴۱)

تو کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! ﷺ تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے۔

۶۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ
(النحل‘ ۱۶:۸۹)

اور جس دن ہم ہر گروہ میں سے ایک گواہ انہیں میں سے اٹھائیں گے اور اے محبوب! ہم تمہیں ان سب پر گواہ لائیں گے۔

استدلال

مذکورہ آیات میں حضور ﷺ کے وصف شہادت کا بیان ہے اور شہادت شہود کا معنی یہ ہے کہ

الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيره
(المفردات:۲۶۷)

مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا خواہ وہ ظاہری آنکھ کے ساتھ ہو یا باطنی آنکھ کے ساتھ ہو۔

چونکہ مشاہدہ کے لئے علم ضروری ہے اور جب علم ثابت ہو گا تو حیات کا خود بخود ثبوت ہو جائے گا۔

شاہ عبد العزیز قدس سرہ العزیز آیت وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے تحت فرماتے ہیں۔

زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ ام درجہ از دین مس رسیدہ و حقیقت ایمان اوچیست و حجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کہ ام است پس او بشاسد گناہاں شمارا او درجات ایمان شمارا او اعمال نیک وبد شمارا او اخلاص ونفاق شمارا۔ (تفسیر عزیزی: ۵۱۸)

"کیونکہ رسول اکرم ﷺ اپنے نور نبوت کے ساتھ اپنے دین میں داخل ہونے والے ہر شخص پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین میں کون سے درجے پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ ترقی سے محروم ہو گیا وہ کون سا ہے پس آنحضرت ﷺ تمہارے گناہوں کو جانتے ہیں تمہارے اعمال کے درجات کو جانتے ہیں تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاص ونفاق کو جانتے ہیں۔

یہ مشاہدہ اب بھی اسی طرح قائم ودائم ہے جس طرح کہ ظاہری حیات مبارکہ میں تھا اور آج بھی آپ امت کے احوال واعمال پر واقف ہیں۔ اعمال آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لیس من یوم الا وتعرض علی النبی ﷺ اعمال امتہ غدوہ وعشیہ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم فلذالک یشھد علیھم (المواہب اللدنیہ ۲: ۳۸۷)	کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں صبح وشام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں امت کے اعمال پیش نہ ہوتے ہوں پس حضور ﷺ اپنے امتیوں کو ان کی صورتوں اور اعمال کے ساتھ جانتے ہیں۔ اسی لئے قیامت کے روز ان پر گواہی دیں گے۔

حضور ﷺ کی خدمت میں اعمال کا پیش ہونا اور پھر آپ کا ان کے چہروں اور ان کے اعمال تک کو جاننا یہ تمام چیزیں آپ کی حیات پر روشن دلیل ہیں اور انہیں

کے سبب آپ ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ اس لئے یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضور اکرم ﷺ کا گواہی دینا آپ کی حیات پر دلیل ہے۔

۷۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(التوبہ ۹:۱۲۸)

تحقیق تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول معظم ﷺ تشریف لاچکے جن پر تمہاری مشکل گراں گزرتی ہے تمہاری بھلائی کے بڑے چاہنے والے ہیں مومنین کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کرنے والے ہیں۔

استدلال

۱۔ حضور ﷺ کے اپنی امت کے ساتھ ایک خاص تعلق کو بیان کیا جارہا ہے کہ امتی اگر فسق وفجور کے مرتکب ہوں' اللہ کے احکامات کی نافرمانی کریں تو آپ کو اس کی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح پورے جسم میں ذہن کا کام ہوتا ہے کہ وہ جسم کے ہر حصے سے کسی چیز کے مس ہونے کو محسوس کرتا ہے اسی طرح ذات مصطفیٰ ﷺ اپنے امتیوں کو پہنچنے والی ہر تکلیف کو محسوس کرتی ہے کیونکہ لفظ ما عمومیت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے اسے فقط حیات ظاہری کے ساتھ ہی خاص نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ تکلیف محسوس کرنے میں تکلیف کا علم ہونا ضروری ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی امت کی تکالیف کا علم ہے اور احساس اور علم حیات کا تقاضا کرتے ہیں۔

۸۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(الانبیاء ۲۱:۱۰۷)

اور اے محبوب! ﷺ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں پر رحم کرنے والا بنا کر۔

صاحب روح المعانی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

والذی اختارہ انہ ﷺ انما بعث

اور جو مسلک میرے نزدیک مختار ہے

رحمة لکل فرد من العالمین ملئکتهم انسهم و جنهم ولافرق بین المومن والکافر من الانس والجن فی ذالک والرحمة متفاوتة

(روح المعانی' ۱۷: ۹۷)

یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ عالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں۔ فرشتوں انسانوں اور جنوں سب کے لئے حضور علیہ السلام رحمت ہیں۔ اور اس امر میں جن وانس' مومن وکافر کے درمیان کوئی فرق نہیں اور رحمت ہر ایک کے حق میں جدا جدا نوعیت رکھتی ہے۔

اس عبادت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور ﷺ کو پوری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے آپ حیات ظاہری میں بھی رحمت ہیں اور بعد از وفات بھی۔ اگر آپ بعد از وصال رحمت نہ ہوں پھر **وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ** کا مفہوم درست نہ ہو گا کیونکہ آپ کے اس ظاہری دنیا سے پردہ پوشی فرمانے کے بعد بھی عالم تو موجود ہے اور آپ ﷺ کے عالمین کے لئے رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ جمیع العالمین کے ہر ہر فرد کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ اس فیض رسانی کی جھلک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی یوں بیان فرماتے ہیں۔

ان لہ خاصیہ من تقویم روحہ بصورہ جسدہ علیہ الصلاہ والسلام وانہ الذی اشار الیہ ﷺ بقولہ ان الانبیاء لایموتون وانھم یصلون ویحجون فی قبورھم وانھم احیاء الی غیر ذالک ولم اسلم علیہ قط الا وقد انبسط الی وانشرح وتبدی وظھر وذالک لانہ رحمۃ للعالمین

(فیوض الحرمین: ۸۴-۸۵)

پس مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ کی روح کو صورت جسم میں قائم کرنا آپ کا خاصہ ہے اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف آپ نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا ہے انبیاء نہیں مرتے اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج ادا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں' اور جب میں نے آپ پر سلام بھیجا تو مجھ سے آپ خوش ہوئے اور انشراح

فرمایا اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے
کہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔

آپ کا تمام کائنات کو فیض پہنچانا حیات کے ساتھ متصف ہوئے بغیر متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام کائنات کو رحمتہ للعالمین ہونے کے حوالے سے فیض پہنچانا آپ ﷺ کی حیات پر روشن دلیل ہے۔

۹۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا
(الفرقان' ۲۵:۱)

بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈر سنانے والے ہو جائیں۔

اس آیت مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کا عالمین کے لئے رحمت ہونا آپ کی حیات طیبہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح آپ کا عالمین کے لئے رسول ہونا بھی آپ کی حیات کا مقتضی ہے۔

رسالت' رسول اور مرسل الیہ (جس کی طرف رسول بھیجا گیا) کے درمیان علمی اور عملی قسم کا مخصوص رابطہ ہے جس کے بغیر رسالت کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا تو حضور اقدس ﷺ تمام جہانوں کے لئے اسی وقت رسول ہو سکتے ہیں جب علم اور ادراک کا یہ رابطہ قائم ہو اور حیات کے بغیر یہ رابطہ ممکن نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ
(الانفال' ۸:۳۳)

اور اللہ کے شایان شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے اس حال میں کہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔

استدلال

کفار و مشرکین کے کہنے کے باوجود کہ ہم پر عذاب لے آ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ان کو عذاب نہیں دیں گے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ان میں تشریف فرما ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ پہلی امتوں کو پتھروں کی بارش پڑنے' بستیوں کو الٹنے اور صورتیں مسخ کرنے کی شکل میں جو عذاب دیا جاتا تھا امت

مصطفوی قیامت تک ایسے عذاب سے محفوظ رہے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ زندہ جاوید ہیں۔

وانت فیھم جملہ حالیہ ہے اور حال بمنزل شرط کے ہوتا ہے جیسے کہ نور الانوار میں ہے۔

والحال یکون شرطا وقیدا للعامل (نور الانوار:۱۱۸)

اور حال عامل کے لئے شرط اور قید ہوتا ہے۔

اس آیت مذکورہ سے آپ ﷺ کا تشریف فرما ہونا شرط ٹھہرا جب یہ شرط پائی جائے گی تو پھر امت محمدیہ عذاب سے محفوظ ومامون رہے گی۔ جس طرح یہ امت عذاب سے محفوظ رہے گی اسی طرح آپ ﷺ بھی امت میں تشریف فرما ہوں گے۔ انت سے مراد فقط روح ہی نہیں بلکہ جسم مع الروح ہے۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ جسم اقدس کے ساتھ اپنے مزار اقدس میں تشریف فرما ہیں اور امت کے احوال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اگرچہ روحانی طور پر ہر جگہ موجود ہو سکتے ہیں۔

یہ سوال کہ آیت کا اطلاق فقط ظاہری حیات تک تھا یا اس کے بعد بھی ہے اس کے بارے میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (ھذہ الامنۃ ظاھرۃ فی عمومھم) (شرح الشفاء، ۱:۲۶۱)

اس آیت کریمہ میں انت فیھم کا اطلاق حیات ظاہری اور دنیا سے پردہ پوشی فرمانے کے بعد والی زندگی دونوں پر ہے۔

۱۱۔ **اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ** (الاحزاب ۲۲:۶)

نبی اکرم ﷺ مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ قرب ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہے۔ (تحذیر الناس:۱۴)

ایک دوسرے مقام پر اس آیت کریمہ کے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں:
"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کے دونوں جملے جدا جدا آپ کی حیات پر اس طرح دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی" (آب حیات: ۴۰-۴۱)

جانوں سے بھی زیادہ مومنین کے ساتھ قرب حیات کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا اور پھر ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کی ممانعت ہے۔ ان سے نکاح نہ کرنا بھی آپ ﷺ کی حیات پر دلیل ہے اس کی تصریح نیچے مذکور آیت میں ملاحظہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا

(الاحزاب، ۲۲: ۵۲)

اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو اذیت دو۔ اور تم آپ کی ازواج مطہرات سے (آپ کی ظاہری حیات سے پردہ پوشی کے بعد) کبھی بھی نکاح نہ کرو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ

قال معمر وبلغنی ان طلحۃ قال لو قبض النبی ﷺ لتزوجت عائشۃ

شفاء السقام: ۲۰۹)

معمر نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ طلحہ نے کہا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کی روح قبض ہو جائے تو میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کروں گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ ایسا کہہ کر آپ کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

فانظر محافظۃ القران العزیز علی حفظہ وصونہ مما یوذیہ فی حیاتہ

اے مخاطب! قرآن حکیم کو ہر اس چیز سے محفوظ کرنا دیکھ جو کہ آپ کی

وبعد مماته وهذا معلوم من الدين بالضرورة واشعار الايہ الکریمہ" بان نکاحهن بعد الموت یوذیہ فیقتضی انہ یتاذی بعد الموت

(شفاء السقام:۱۵۶)

حیات میں یا آپ کی ممات کے بعد تکلیف پہنچائے اور یہ بات ضروریات دین سے معلوم ہے اور آیہ کریمہ کا یہ بات سمجھاتا کہ آپ کی موت کے بعد ان سے نکاح کرنا آپ کو اذیت پہنچاتا ہے۔ یہ چیز تقاضا کرتی ہے اس بات کا کہ موت کے بعد آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

حضور ﷺ کو تکلیف پہنچنا آپ کی حیات مبارکہ پر دلیل ہے کیونکہ یہ تکلیف بغیر احساس وشعور نہیں ہو سکتی اور احساس وشعور حیات کو لازم ہے۔ اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت کی وجہ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا اعزاز علی دیوبندی رقمطراز ہیں۔

فمثلہ ﷺ کمثل شمع فی حجرہ اغلق بابها فهو مستور عمن هو خارج الحجرہ ولکن نورہ کما کان بل ازید ولهذه احرم نکاح ازواجہ بعدہ ولم یجر احکام المیراث فیما ترکہ لانهما من احکام الموت

(حاشیہ نور الایضاح:۲۰۵)

پس نبی اکرم ﷺ (کے محجوب ہونے) کی مثال ایسے ہی ہے جیسے شمع کو حجرے میں رکھ دیا اور اس کے دروازے کو بند کردیا تو وہ شمع اس شخص سے مستور ہوگی جو کہ حجرے سے خارج ہو لیکن اس کی روشنی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ پہلے تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ یہی وجہ ہے کہ آپ کا وصال ہونے کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح حرام ہے اور نہ ہی آپ کے چھوڑے ہوئے (مال) میں

وراثت کے احکام جاری ہوئے کیونکہ
یہ دونوں موت کے احکامات میں سے
ہیں۔

مولانا قاسم نانوتوی اس طرح رقمطراز ہیں۔

"وہاں علاقہ حیات انبیاء علیھم السلام منقطع نہیں ہوتا۔ اس لئے ازواج نبوی ﷺ اور اموال نبوی ﷺ بدستور آپ کے نکاح اور ملک میں باقی ہیں اور اغیار کو اختیار نکاح ازواج اور ورثاء کو اختیار تقسیم اموال نہیں۔ بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے"۔ (آب حیات: ۱۶۸)

مختصرا یہ کہ اس آیہ کریمہ میں آپ کی ظاہری حیات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت آپ کی حیات پر دلیل ہے اور ان کے ساتھ نکاح کا جائز ہونا موت کے احکامات میں سے ہے اور آپ تو زندہ ہیں اس لئے آپ کی ازواج سے نکاح جائز نہیں۔ ہاں شہداء کے انتقال کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح جائز ہے کیونکہ ان کی حیات اور انبیاء کی حیات میں فرق ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

۱۴۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۴: ۶۴)

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرکے تیرے پاس آئیں پس اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کی شفاعت فرمادیں تو یقیناً وہ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ فرماتے ہیں:

دلت علی حث الامۃ علی المجی الیہ ﷺ والاستغفار عندہ واستغفارہ لھم وھذا لا ینقطع بموتہ والایۃ

یہ آیت کریمہ امت کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور ان کے پاس اللہ سے مغفرت طلب کرنے اور

الکریمۃ وان وردت فی قوم معینین فی حال الحیاۃ نعم بعموم العلۃ کل من وجد فیہ ذالک الوصف فی الحیاۃ وبعد الممات و لذالک فھم العلماء منھا العموم لجائین

(شفاء السقام: ۸۱-۸۲، الجواہر المنظم: ۶، شواہد الحق: ۶۱)

حضور ﷺ کا ان کے لئے استغفار کرنا ان کو ابھارتا ہے اور یہ چیز آپ ﷺ کی موت سے ختم نہیں ہوتی۔ اور یہ آیت کریمہ اگرچہ معین قوم کے بارے میں (آپ کی حیات ظاہری میں) نازل ہوئی لیکن علت کے عام ہونے کی وجہ سے اس کا حکم ہوگا ہر وہ آدمی جس میں یہ وصف آپ کی حیات میں یا آپ کی حیات کے بعد پایا جائے (کہ جو کوئی بھی بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو اور مغفرت طلب کرے اور پھر حضور ﷺ بھی اس کے لئے شفاعت فرمائیں (یوں اللہ پاک ان کی توبہ کو قبول فرمائے گا) یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس آیت میں تمام آنے والوں کے لئے عموی حکم سمجھایا ہے (کہ وہ حیات میں آئیں یا بعد از وصال حضور ﷺ بھی ان کے لئے شفاعت کریں گے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا رسول اللہ ﷺ بثلاثۃ ایام فرمی بنفسہ علی قبرہ وحثا علی راسہ من ترابہ

ایک اعرابی ہمارے پاس حضور ﷺ کی تدفین کے تین روز کے بعد آیا اس نے اپنے آپ کو قبرانور پر رگڑا

وقال: یارسول اللہ ﷺ قد ظلمت نفسی وجئتک تستغفرلی فنودی من القبر قد غفرلک

(شواہد الحق: ۸۷)

اور اپنے سر پر قبرانور کی خاک پاک ڈالی اور (اسی آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا کے حوالے سے) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ میرے لئے اللہ سے بخشش طلب کیجئے پس قبر سے آواز آئی تحقیق تیری بخشش کردی گئی۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی اس آیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"رہی آئتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کی امت اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود ترتیب تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جُب ہی متصور ہو گا کہ آپ قبر میں زندہ ہوں"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ

(السجدہ ۳۲: ۲۳)

اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی۔ پس اے محبوب! آپ اس (کتاب) کے ملنے میں شک نہ کریں۔

اس آیت کے بارے میں مفسرین کی آراء موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں۔

فلاتکن فی شک من لقاء موسیٰ

پس آپ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ

فانک تراه و تلقاه
(تفسیر کبیر:۱۸۶)

ملاقات کرنے کے بارے میں شک نہ کیجئے بیشک آپ ان کو دیکھیں گے اور ان سے ملیں گے۔

۲۔ علامہ محمود احمد آلوسی فرماتے ہیں:

عن ابن عباس انہ قال فی الایۃ ای من لقاء موسیٰ
(روح المعانی ۲۱: ۱۳۷)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت کریمہ میں کہ لقاء سے مراد لقاء موسیٰ ہے۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

قال ابن عباس فلا تکن فی مریۃ من لقائہ انہ قد رای موسیٰ ولقی موسیٰ لیلۃ اسری بہ
(ابن کثیر ۳: ۴۶۳)

ابن عباس نے کہا فلا تکن فی مریۃ میں لقاء سے مراد یہ ہے کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور شب معراج ان سے ملاقات کی۔

۴۔ امام جلال الدین محلی فرماتے ہیں۔

قد التقیا لیلۃ الاسراء
(جلالین: ۳۱۸)

تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور موسیٰ علیہ السلام کی باہم ملاقات معراج کی رات ہوئی۔

۵۔ علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ مسلم شریف میں ہے:

کان قتادہ تفسرھا ان النبی ﷺ قد لقی موسیٰ علیہ السلام
(شفاء السقام: ۱۳۹)

قتادہ اس آیہ کریمہ کی تفسیریوں کرتے ہیں بے شک نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

۶۔ امام شوکانی رقمطراز ہیں:

قال المفسرون وعد رسول اللہ ﷺ انہ سیلقی موسیٰ قبل ان یموت ثم لقیہ فی السماء وبیت

مفسرین نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی

المقدس حين اسری بہ (فتح القدیر، ۴:۲۵٦)	ملاقات ہوگی جب حضور ﷺ معراج پر گئے تو آپ کی ملاقات آسمان پر بھی ہوئی اور بیت المقدس میں بھی ہوئی۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ فرمایا تھا اور پھر معراج کے موقع پر آپ ﷺ سے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات بھی ہوئی اور یہ بات بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتی۔

باب دوم

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث کی روشنی میں

گزشتہ باب میں ہم نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ثبوت میں آیات قرآنیہ بیان کیں۔ اب ہم احادیث طیبہ کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کی حیات اور بالخصوص حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ یہ بات مزید عیاں ہو جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اب بھی اپنی قبر انور میں زندہ و جاوید ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اپنے مزارات میں عبادت کرتے ہیں

امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کو بیان کیا ہے۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون
(الخصائص الکبریٰ ۲: ۲۸۱)

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں۔

ابو نعیم نے حلیہ میں روایت ہے

عن یوسف بن عطیہ قال: سمعت ثابتا البنانی یقول لحمید الطویل ھل بلغک ان احدا یصلی فی قبرہ الا الانبیاء قال لا
الحاوی للفتاوی ۲:

یوسف بن عطیہ سے مروی ہے کہ میں نے ثابت بنائی کو حمید طویل سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی اپنی قبر میں نمار پڑھتا ہو؟ انہوں نے جواب دیا "نہیں"

حضور نبی اکرم ﷺ نے سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مررت علی موسیٰ وھو یصلی فی قبرہ
(المسلم ۲: ۲۶۸)

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

بعض احادیث میں ہے کہ ایک مقام پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

قد رایتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسیٰ قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد کانہ من رجال شنوۃ واذا عیسیٰ قائم یصلی اقرب الناس بہ شبہا عروہ بن مسعود الثقفی واذا ابراھیم قائم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوٰۃ فامتھم
(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم ۵۲۹۔۵۳۰)

تحقیق میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ درمیانے قد، گھنگریالے بال والے ہیں گویا وہ شنوہ کے لوگوں میں سے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ان سے قریبا ہم شکل عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں سب سے زیادہ ان کے ہم شکل تمہارے صاحب یعنی میں ہوں پس نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے ان کی امامت کروائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مررت علیٰ موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ
(القول البدیع:۱۶۸)

میں معراج کی رات سرخ وادی کے مقام پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

کانی انظر الیٰ موسیٰ واضعا اصبعیہ فی اذنیہ
(شفاء السقام:۱۳۸)

گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اس حال میں کہ وہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں۔

مررت لیلۃ اسری بی علی موسیٰ بن

میں معراج کی رات موسیٰ بن عمران

عمر ان رجل ادم طوال جعد کانہ من رجال شنوءۃ و رایت عیسیٰ ابن مریم مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الراس

لمبے گھنگریالے بالوں والے کے پاس سے گزرا گویا کہ وہ شنوہ قبیلے میں سے ہے اور میں نے عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا۔

(شفاء السقام:۱۳۸)

اس مسئلہ کی وضاحت آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر یوں فرمائی۔

کانی انظر الی موسیٰ علیہ السلام ھابطا من الثنیہ" ولہ جوار الی اللہ تعالیٰ بالتلبیہ"

موسیٰ علیہ السلام کو میں گھاٹی سے اترتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور وہ گڑگڑاتے ہوئے تلبیہ کہہ رہے تھے۔

(المسلم مع نووی' ۲:۲۲۸)

مذکورہ بالا ارشادات نبوی ﷺ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ احکامات الٰہی مثلاً نماز حج اور دیگر عبادات سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ علماء محدثین کے اقوال میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں عبادت سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور زندوں جیسے اعمال بجالاتے ہیں۔

علماء و محدثین کے اقوال سے تائید

ا۔ امام زرقانی

الانبیاء و الشھداء یاکلون فی قبورھم و یشربون و یصلون و یصومون و یحجون

انبیاء اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے ہیں اور پیتے ہیں' نمازیں پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں اور حج ادا کرتے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب' ۵:۳۳۳)

۲۔ امام قسطلانی

قد ثبت ان الانبیاء یحجون ویلبسون فان قلت کیف یصلون ویحجون ویلبون وھم اموات فی الدار ولست دار عمل فالجواب انھم کالشھداء بل افضل منھم والشھداء احیاء عند ربھم یرزقون فلایبعدان یحجوا ویصلوا

(زرقانی علی المواہب، ۵: ۳۳۲)

اور بے شک ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ مردہ ہیں اور دوسرے گھر میں ہیں اور وہ دار العمل نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کا حال شہداء کی طرح بلکہ ان سے بھی افضل ہے اور وہ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں تو اگر وہ حج کریں اور نماز پڑھیں تو کیا بعید ہے؟

۳۔ ملا علی قاری

وانہ لم یقل احد ان قبورھم وارواحھم غیر معلقۃ باجسادھم لئلا یسمعوا سلام من یسلم علیھم وکذا اورد ان الانبیاء یلبون ویحجون ونبینا ﷺ اولی بھذہ الکرامات

(جمع الوسائل، ۲: ۲۳۸)

بے شک کوئی یہ نہیں کہتا کہ ان کی قبریں ان کے اجساد (جسموں) سے خالی ہیں اور ان کی ارواح کا ان کے اجسام سے کوئی تعلق نہیں اور جو کوئی ان پر سلام پیش کرتا ہے وہ اسے نہیں سنتے تو ایسا ہی انبیاء کے بارے میں آیا ہے کہ بیشک انبیاء کرام تلبیہ کہتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور ہمارے نبی ﷺ تو ان کرامات کے بہت زیادہ حقدار ہیں۔

۴۔ مولانا انور شاہ کاشمیری

اعلم انہ قد تکلمنا مرۃ فی معنی

یاد رکھو ہم پہلے حیات انبیاء اور حیات

حیات الشهداء والانبیاء علیهم السلام وحاصله ان الحیاة بمعنی افعال الحیاة

(فیض الباری، ۲:۲۵، ۶)

شہداء کے متعلق بحث کر چکے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ ان کے زندہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ زندوں جیسے کام کرتے ہیں۔

ان تمام تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ انبیاء کرام نہ صرف اپنی قبور میں زندہ ہیں بلکہ جمیع عبادات مثلاً نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی ادائیگی سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور اپنے مولیٰ کی یاد میں ہمہ وقت مستغرق رہتے ہیں۔

واقعہ معراج اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احادیث کی مشہور کتب میں واقعہ معراج کا ذکر ہے اور اس کے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ روایات مروی ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں علامہ تقی الدین سبکی اور علامہ سخاوی کے حوالے سے ان روایات کا خلاصہ اور استدلال ذکر کر رہے ہیں۔

وفی حدیث ابی ذر ومالک بن صعصعہ فی قصۃ المعراج انہ لقیھم فی جماعۃ من الانبیاء بالسموات فکلھم وکلموہ وکل ذالک صحیح لایخالف بعضہ بعضا فقد یری موسی علیہ السلام قائم یصلی فی قبرہ ثم یری بموسی وغیرہ الی بیت المقدس کما اسری نبینا فیراھم فیہ ثم یعرج بھم الی السموات کما عرج نبینا فیراھم فیھا کما اخبر قال وحلولھم فی اوقات مختلفۃ لمواضع مختلفۃ جاز فی العقل کما ورد بہ خبر

ابوذر اور مالک بن صعصعہ کی واقعہ معراج والی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں پر انبیاء کی ایک جماعت سے ملے اور آپ نے ان سے کلام کیا اور انہوں نے آپ سے کلام کیا یہ سب کچھ درست ہے اس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے کی مخالفت نہیں کرتا تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسیٰ علیہ اسلام اور دوسرے انبیاء کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر موسیٰ علیہ اسلام اور دوسرے انبیاء کو بیت المقدس کی سیر

الصادق وفي كل ذالك دلالة على حياتهم
(القول البديع:۱۶۸، شفاء السقام:۱۳۵)

کرائی گئی جیسے کہ ہمارے نبی ﷺ کو سیر کرائی گئی۔ پس آپ نے ان انبیاء کو بیت المقدس میں دیکھا اور پھر آسمانوں پر لے جایا گیا جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کو لے جایا گیا پس آپ نے آسمانوں پر بھی ان کو دیکھا جیسے آپ نے خبر دی اور فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر حلول ہونا، عقل جائز گردانتی ہے جسے نبی صادق حضور ﷺ نے حدیث میں بیان فرمایا۔ ان تمام چیزوں میں انبیاء کی حیات پر دلالت ہے۔

ملا علی قاری ؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والاظهر ان صلاته لهم في بيت المقدس كان قبل العروج قلت قد سبق انهم احياء عند ربهم وان الله حرم على الارض ان تاكل لحومهم ثم اجسادهم كارواحهم لطيفة غير كثيفة فلامانع لظهورهم في عالم الملك والملكوت على وجه الكمال بقدرة ذي الجلال ومما يويد تشكل الانبياء على وجه الجمع بين اجسادهم وارواحهم قوله فاذا

اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا انبیاء کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا یہ عروج سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے گزر چکی کہ انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے گوشت کو کھانا حرام کردیا ہے پھر ان کے اجسام بھی روحوں کی طرح لطیف ہیں لہٰذا اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ ان کے اجسام عالم دنیا اور عالم ملکوت میں اللہ

موسیٰ قائم یصلی فان حقیقة الصلوٰة هی الاتیان بالفعل المختلفة للاشباح للارواح

(مرقاة '۱۱:۱۵۷)

تعالیٰ کی قدرت سے کامل طور پر ظاہر ہوں جیسا کہ معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کا اپنی روح و جسم سمیت تشریف لانا اس بات کی تائید کرتا ہے اس کی دلیل فرمان رسول ﷺ ہے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ نماز کی حقیقت' مختلف اعمال کا بجا لانا جسموں کا کام ہے نہ کہ روحوں کا۔

ایک اور مقام پر حضور ﷺ کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بارے میں فرماتے ہیں:

فیہ دلیل علی ان الانبیاء احیاء حقیقة

(مرقاة '۱۱:۱۴۳)

اس میں دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام حقیقتاً زندہ ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس سے

اذان و اقامت کا سنائی دینا

واقعہ کربلا کے بعد یزید کو جب یہ خبر ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو اعلانیہ فسخ کر دیا ہے تو اس نے ان لوگوں کو اپنی بیعت پر مجبور کرنے کے لئے ایک لشکر کو مدینہ منورہ بھیجا اور کہا کہ میں تم پر تین دن کے لئے مدینہ منورہ حلال کرتا ہوں۔ ہر قسم کا ظلم' بدکاری' قتل' ڈاکہ' لوٹ مار جو چاہو کرو' اجازت ہے۔ حالانکہ یہ بات حضور اکرم ﷺ کے اس حکم کے بالکل خلاف ہے۔

آپ نے فرمایا:

من اراد اهل المدینة بسوء اذابه الله

جس شخص نے اہل مدینہ کے ساتھ ذرہ

كما يذوب الملح في الماء (مسلم' ۱:۴۴۵) | برابر زیادتی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال کر یوں ختم کردے جیسے نمک پانی میں گھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی آپ کا ارشاد ہے:

من احدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لايقبل منه صرف ولاعدل (البخاری' ۱:۲۵۱) | جس نے مدینہ میں کوئی حادثہ بپا کیا اس پر اللہ' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سے نہ نفل قبول کیا جائے گا نہ فرض۔

چونکہ تین دن کے لئے مدینہ مباح کر دیا گیا تھا لہٰذا قتل و غارت اور بدکاری کا بازار خوب گرم ہوا' مسجد نبوی پر حملہ ہوا اذان و اقامت معطل کر دی حتیٰ کہ گھوڑے' خچر اور اونٹ مسجد نبوی میں باندھ دیئے گئے' سرکار دوعالم ﷺ کے روضہ انور کی بے حرمتی کی گئی۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ لوگ جب ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے حضرت ابو سعید خدریؓ نابینا ہو چکے تھے وہ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے۔ سپاہیوں نے انہیں پہچان لیا' ان کی داڑھی پکڑ کر منہ پر طمانچے مارے۔ لوگ اپنی عزت و آبرو اور جان و مال بچانے کے لئے اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے اس وقت میں (سعید بن مسیب) مسجد نبوی شریف میں تھا۔ باہر نکلنے کا موقع نہ مل سکا تو حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کے قریب منبر (جس پر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے) کے نیچے چھپ گیا۔ تین دن اور تین راتیں وہیں رہا۔ اس دوران پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون سا وقت ہے' کون سی نماز؟ اس لئے اندر بیٹھ کر ہی نماز ادا کرتا۔

اس دور کی اس حالت کو حضرت سعید بن مسیبؒ یوں بیان کرتے ہیں

وما ياتي وقت صلوٰة الا سمعت | کسی نماز کا وقت بھی ایسا نہیں آیا کہ

الاذان من القبر میں نے حضور اکرم ﷺ کی قبرانور سے اذان کی آواز نہ سنی ہو۔

(الحاوی للفتاوی ۲:۲۶۶)

یہی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ اور بھی کئی کتب میں آئی ہے مثلا طبقات ابن سعد میں اس طرح ہے۔

فکنت اذا حانت الصلوٰۃ اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف جب نماز کا وقت آتا تو میں آپ کی قبر شریف میں سے نکلی ہو آواز کو سنتا تھا۔

(الحاوی للفتاوی ۲:۲۶۶)

یہی روایت اخبار مدینہ میں حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

لم ازل اسمع الاذان والاقامۃ من قبر رسول اللہ ﷺ ایام حرۃ حتی عاد الناس میں مسلسل حضور اکرم ﷺ کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز ایام حرہ کے دوران سنتا رہا یہاں تک کہ وہ لوگ واپس لوٹ آئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۵۴۵)

مسند دارمی میں اس طرح ہے۔

کان لایعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ وہ نماز کا وقت نہیں جانتے تھے مگر اس گنگناہٹ سے جو کہ قبر النبی ﷺ سے سنتے تھے۔

(زرقانی علی المواہب ۵: ۳۳۲)

انبیاء علیہم السلام کو مزارات میں رزق دیا جاتا ہے

متعدد کتب احادیث بیہقی' ابن ماجہ' ابو داؤد وغیرہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا علی صلوۃ یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ فان جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے اور اس

احدالن یصلی الا عرفت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت بعد الموت: قال: و بعد الموت، ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق

(ابن ماجہ، ۱: ۵۲۴، مشکوۃ المصابیح: ۱۲۱، جلاء الافہام: ۶۳)

میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جو بھی جمعہ کے دن مجھ پر سلام پڑھتا ہے اس کا سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں موت کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ سلامت رہتے ہیں

حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: من افضل ایامکم یوم الجمعہ فیہ خلق ادم و فیہ قبض و فیہ النفخہ و فیہ الصعقہ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فان صلاتکم معروضہ علی: قالوا یارسول و کیف تعرض صلاتنا علیک و قد ارمت یعنی بلیت قال: ان اللّٰہ قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

(ابن ماجہ: ۷۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سے افضل دن یوم جمعہ ہے اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کی روح قبض ہوئی اور اسی دن میں صور پھونکا جائے گا اور اس دن میں تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو بے شک تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے درود آپ کی خدمت میں کیسے پیش کئے جاتے ہیں حالانکہ آپ کا جسم اطہر بوسیدہ

ہو چکا ہو گا؟ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا' حرام کر دیا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اکثروا الصلوٰۃ یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغتنی صلاتہ حیث کان' قلنا: وبعد وفاتک قال: وبعد وفاتی ان اللّٰہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

(القول البدیع:۱۵۸)

جمعہ کے روز تم مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو۔ بیشک وہ یوم مشھود ہے ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے خواہ وہ کہیں ہو۔ ہم نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا (ہاں) میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

افرشوا لی قطیفتی فی لحدی فان الارض لم تسلط علی اجساد الانبیاء

(الخصائص الکبریٰ'۲:۲۷۸)

میرے لئے میری لحد میں چادر بچھا دو۔ بیشک زمین کو انبیاء کے اجسام پر مسلط نہیں کیا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لاتاکل الارض جسد من کلمۃ روح القدس

(جلاء الافہام:۴۱)

زمین اس کا جسم نہیں کھائے گی جس سے روح القدس نے کلام فرمایا۔

ابو العالیہ کہتے ہیں:

ان لحوم الانبیاء لاتبلیھا الارض

بے شک انبیاء علیہم السلام کے گوشت

ولاتاکلها السباع
(الخصائص الکبری' ۲:۲۸۰)

کو نہ زمین بوسیدہ کرسکتی ہے اور نہ ہی درندے کھا سکتے ہیں۔

حضرت حسن فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ من کلمہ روح القدس لم یوذن الارض ان تاکل من لحمہ
(الخصائص الکبری' ۲:۲۸۰)

حضور ﷺ نے فرمایا روح القدس نے جس آدمی سے کلام کیا زمین کو اس کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ کا محفوظ رہنا احترام کے سبب قرار دیتے ہوئے مولانا قاسم نانوتوی رقمطراز ہیں:

"اور احترام اجساد جبھی متصور ہے کہ مادہ حیات اور تعلق روح باقی ہو ورنہ جسم بے روح منجملہ جمادات ہے اس کو زمین پر چنداں فوقیت نہیں" (آب حیات: ۳۲)

نبی رحمت کی حیات و ممات دونوں امت کے حق میں بہتر کیسے؟

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حیاتی خیرلکم ومماتی خیرلکم
(صحیح مسلم' الشفا: ۱۹' الحاوی للفتاوی ۲: ۳)

میری حیات بھی تمہارے لئے خیر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہے۔

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

حیاتی خیرلکم ومماتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم مما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئی استغفرت اللہ لکم
(الخصائص الکبری' ۲: ۲۸۱' زرقانی علی المواہب' ۵: ۳۳۷)

میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں پس اچھے اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور برے اعمال پر تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب

کرتا ہوں۔

۳۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثونی و نحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فان رایت خیرا حمدت اللہ وان رایت غیر ذالک استغفرت اللہ لکم

(القول البدیع: ۱۶۰)

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم مجھ سے ہم کلام ہوتے ہو اور میں تم سے ہم کلام ہوتا ہوں اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اگر میں بہتر اعمال دیکھوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں اور اگر اس کے علاوہ (برے اعمال) دیکھوں تو میں تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

۴۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم: ثلاثہ مراہ وفاتی خیر لکم: ثلاثہ مراہ سکت القوم فقال عمر بن الخطاب: بابی انت وامی کیف یکون ھذا؟ قال: حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی من السماء فاخبر کم بما یحل لکم وما یحرم علیکم وموتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ عزوجل علیہ وما کان من ذنب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے تین بار فرمایا۔ اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ یہ بھی تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر قوم خاموش ہو گئی تو عمر بن خطاب ؓ نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیسے ہو گا؟ (موت بہتر کیسے) فرمایا: میری حیات تمہارے لئے اس طرح بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل

استوجبت لکم ذنوبکم

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۷۱۳)

ہوتی ہے پس میں تمہیں بتاتا ہوں وہ چیزیں جو تم پر حلال ہیں اور وہ چیزیں جو تم پر حرام ہیں اور میری وفات تمہارے لئے اس طرح بہتر ہے کہ تمہارے اعمال ہر جمعرات کو میرے اوپر پیش کئے جاتے ہیں پس اگر وہ اعمال بہتر ہوں۔ تو میں اس پر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں اور اگر وہ اعمال برے ہوں تو میں تمہارے لئے تمہارے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں۔

۵۔ اکثروا علی من الصلوٰۃ فی کل یوم جمعۃ فان صلوٰۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلوٰۃ کان اقربھم منی منزلۃ

(شفاء السقام: ۱۳۶)

ہر جمعہ کے روز کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھو بے شک میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے۔ پس جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا وہ مرتبہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔

۶۔ انہ قال: اکثروا علی من الصلوٰۃ فی یوم الجمعۃ فانہ لیس احد یصلی علی یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلاتہ

(القول البدیع: ۱۵۹)

حضور ﷺ نے فرمایا: تم مجھ پر جمعہ کے دن درود پڑھنے کی کثرت کرو۔ بیشک جو کوئی جمعہ کے روز مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

۷۔ ابن عمر روایت فرماتے ہیں:

اکثروا من السلام علی نبیکم کل

اپنے نبی ﷺ پر جمعہ کے روز سلام

جمعة فانه يؤتى به منكم في كل جمعة

(الشفاء: ۴۵۳)

کی کثرت کرو بے شک ہر جمعہ کے دن تمہارا سلام (بارگاہ اقدس میں) پیش کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں امت کے اعمال کا پیش ہونا اور ہر اچھے عمل پر اللہ کی حمد بیان کرنا اور برے اعمال پر اللہ کی بارگاہ میں ان کے لئے مغفرت طلب کرنا ثابت ہے اور یہ جملہ امور بغیر حیات کے ممکن نہیں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا:

ما من مسلم يسلم عليّ في شرق ولا في غرب الا وانا وملائكة ربي نرد عليه السلام

(جلاء الافہام: ۱۹، القول البدیع: ۱۵۹)

شرق و مغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما من احد يسلم علي الا رد الله علي روحي حتى ارد عليه السلام

(مشکوٰۃ المصابیح: ۸۶، سنن ابی داؤد: ۲۸۶)

جب بھی کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ ان روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

قد تضمنت الاحاديث المتقدمة ان روح النبي ﷺ ترد عليه وانه يسمع ويرد السلام

(شفاء السقام: ۱۳۳)

احادیث مذکورہ اس بات کی متضمن ہیں کہ حضور ﷺ کی روح آپ پر لوٹا دی گئی ہے اور بے شک آپ سلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت

فرماتے ہیں۔

ایک علمی نکتہ

یہاں "علی روحی" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں بعض روایات میں الی روحی کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ سنن بیہقی میں یہ حدیث دو جگہ مروی ہے۔ ایک جگہ الی کے ساتھ دوسری جگہ علی کے ساتھ۔ محدثین نے بحث کی ہے کہ کون سا صلہ بہتر ہے۔ تو وہ محدثین جن کے پیش نظر ادب رسالت مآب بہت زیادہ ہے، وہ الفاظ کے چناؤ میں بھی اس کا خیال کرتے ہیں۔

جب رد بصلہ الی آئے تو ناپسندیدگی کے ساتھ لوٹانے یا واپس کردینے کا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا ایک چیز قبول نہ ہو اور واپس کردی جائے تو رد الی آتا ہے اور جب قبول کرکے لوٹائی جائے تو رد علی آتا ہے محدثین فرماتے ہیں کہ جب روح طیبہ حضور نبی کریم ﷺ کی لوٹائی جاتی ہے یہ شرف وفضیلت عطا کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے علی کے ساتھ آنے والی روایت کو انہوں نے پسند کیا ہے۔

ایک اہم اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام پڑھے اس وقت آپ کی روح طیبہ لوٹائی جاتی ہے تاکہ سلام کا جواب دیں تو اس حدیث سے حضور علیہ السلام کے جسم اقدس سے بعض اوقات روح کا جدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علماء ومحدثین نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ جن میں سے چند کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔

رد اللہ علی روحی جملہ حالیہ ہے جس میں رد فعل ماضی ہے اور نحوی قاعدے کے مطابق جب فعل ماضی حال واقع ہو تو وہاں قد مقدر ہوتا ہے اس قاعدے کی رو سے تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

مامن احد یسلم علی الا وقد رد اللّٰہ علی روحی

"کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے مگر یہ کہ اللہ نے میری روح لوٹا دی ہو۔

جب ماضی پر قد داخل ہوا تو اب یہ معنی نہیں کہ جب سلام پڑھا جائے اس وقت روح لوٹائی جائے گی بلکہ معنی یہ ہو گا کہ سلام پڑھنے سے پہلے روح لوٹا دی جاتی ہے اس لحاظ سے تقدیر عبارت یوں ہو گی۔

مامن احد یسلم علی الا وقد رد اللّٰہ علی روحی من قبل ذالک	کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے مگر یہ کہ اللہ نے میری روح اس کے سلام پڑھنے سے پہلے نہ لوٹا دی ہو۔

اگر یہ مذکورہ معنی نہ مانا جائے تو چار خرابیاں لازم آئیں گی۔

ایک یہ کہ جسم مبارک سے روح اقدس کے نکلنے کی وجہ سے تکلیف ہو گی یا کم از کم بار بار روح کا نکلنا حضور ﷺ کی عظمت و بزرگی کے منافی ہے۔

دوسرے یہ کہ روح کا بار بار جسم سے نکلنا اور داخل ہونا شہداء اور غیر شہداء کی شان کے ہی خلاف ہے کیونکہ ان کے بارے میں یہ چیز ثابت نہیں ہے کہ عالم برزخ میں ان کی روحیں بار بار جدا ہوتی ہیں تو حضور ﷺ تو ان سے کہیں بلند شان کے مالک ہیں۔

تیسرے یہ کہ روح کا بار بار نکلنا اور پھر واپس آنا نص قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن میں ہے۔

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (المومن:۱۱)	اے ہمارے رب تو نے دو مرتبہ ہمیں موت سے دوچار کیا اور دو بار ہی ہمیں زندگی دی۔

چوتھے یہ کہ یہ چیز احادیث کے خلاف ہے اور جو چیز قرآن اور سنت متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل لازم ہے ورنہ وہ روایت باطل ہو گی۔ لہذا اس سے گزشتہ معنی مراد لینا واجب ہے۔

۲۔ یہاں رد اللہ روحی استعارۃ استعمال ہوا ہے جیسے حدیث اسری میں ہے کہ حضرت

انس رضی اللہ عنہ واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تھے۔

(البخاری '۲:۱۱۲۱)

محدثین نے لفظ **استیقظ** کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نیند سے بیداری نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج جن مشاہدات میں مستغرق تھے اس کیفیت میں جب مخلوق کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا میں نے اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا گویا یہ استغراق سے رجوع الی الخلق مراد ہے۔

چونکہ بعد از وصال آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت مشاہدہ حق اور عجائب ملکوت میں مستغرق ہو گئے جیسے نزول وحی کے وقت آپ پر کیفیت طاری ہوئی تھی۔ استغراق کی اس کیفیت میں امتی کے سلام کا جواب دینے کے لئے ادھر متوجہ ہوتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس دوران جو افاقہ ہوتا ہے اس کو رد روح سے تعبیر کیا ہے۔

۳۔ مذکورہ حدیث شریف میں **و ما من احد** کے الفاظ ہیں جن میں ماعموم کے لئے ہے جو تمام مخلوق جن' انسان' ملائکہ سب کو شامل ہے۔ نظام کائنات میں کہیں دن ہے اور کہیں رات اور اس طرح نمازوں کے اوقات بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں پس جس طرح وقت کا نظام تسلسل کے ساتھ چل رہا ہے اسی طرح ہر وقت سلام کے پڑھے جانے اور آپ کی بارگاہ میں پیش کئے جانے کا سلسلہ بھی بغیر انقطاع کے قائم ہے۔ کائنات میں کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نہ پڑھا جاتا ہو اس لئے کسی وقت بھی روح اقدس کا جسم اطہر سے الگ ہونا ثابت نہیں۔

۴۔ یہاں مجاز کے طور پر روح سے نطق مراد لیا گیا ہے اس لئے حدیث کا معنی یہ ہوگا **الا رد اللہ الی نطقی** کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الدوام زندہ ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حیات کے ساتھ ہر لحظہ نطق (بولنا) بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو۔ اللہ تعالی بھیجنے والے کے سلام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نطق عطا فرما دیتا ہے۔

یہاں علاقہ مجاز تلازم ہے کیونکہ نطق کے لئے روح لازم ہے۔ اس لئے اس حدیث میں

روح بدل کر نطق مراد لیا گیا ہے اور رد سے مراد جدائی کے بغیر بدستور موجود رہنا ہے۔ تو اب حدیث کا معنی یہ ہو گا کہ جب بھی کوئی سلام بھیجنے والا مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میرے نطق کو اللہ تعالیٰ میرے لئے موجود اور باقی رکھتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

۵۔ یہاں لفظ روح سے کنایہ سمع مراد لیا ہے اور حدیث کا معنی یہ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو عادت کے طور پر ایسی قوت عطا فرماتا ہے کہ آپ سلام بھیجنے والے کی آواز کو خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو سن لیتے ہیں کسی پہنچانے والے کے واسطے کے بغیر سن کر اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں جیسے کہ ابن قیم کے حوالے سے حدیث پاک گزر چکی ہے کہ **یبلغنی صوتہ** کان کہ اس کی آواز مجھ پر پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو۔

۶۔ اس حدیث مبارکہ میں لفظ روح سے مراد حیات مراد نہیں ہے بلکہ خوشی و راحت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **فروح وریحان** اس میں **فروح** کی را پر ضمہ بھی پڑھا جاتا ہے یعنی **فروح** اس لحاظ سے معنی یہ ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کو سلام بھیجنے والوں کے سلام سے نہایت خوشی و مسرت اور راحت و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اپنے لئے سلام کو بہت پسند فرماتے ہیں اور یہ خوشی حضور ﷺ کو سلام کا جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔

۷۔ یہاں لفظ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر دیا گیا ہے اور جو حضور اکرم ﷺ کی امت کا سلام آپ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ لفظ روح سے جبریل علیہ السلام کے علاوہ دوسرے فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ اشراف ملائکہ کا نام ارواح رکھا جاتا ہے تو **رد اللہ الی روحی** کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو میری قبر انور پر متعین ہے میری طرف بھیج دیتا ہے تاکہ وہ مجھ تک سلام پہنچا دے۔

۸۔ اس حدیث میں لفظ رد کا معنی سونپنا ہے جیسے کہ امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں رددت الحکم فی کذا الی فلان فوضتہ الیہ میں نے فلاں چیز کے بارے میں فیصلہ فلاں کے سپرد کردیا۔ قرآن پاک میں اس معنی کی تائید بھی موجود ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء ۴:۵۹)	اگر کسی معاملہ میں تمہارا تنازع (جھگڑا) ہو تو اس کو اللہ اور (اس کے) رسول ﷺ کے سپرد کردو۔

اب حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سلام بھیجنے والوں کو سلام کا جواب دینا رسول اللہ ﷺ کے سپرد فرمادیتا ہے۔

۹۔ یہاں لفظ روح سے مراد وہ رحمت وشفقت ہے جو حضور ﷺ کے قلب انور میں امت کے لئے پائی جاتی ہے جو آپؐ کی جبلت مقدسہ میں شامل ہے۔

بعض اوقات حضور ﷺ ان لوگوں پر جن کے گناہ زیادہ ہو جائیں غضبناک ہوتے ہیں اور چونکہ آپ پر درود پڑھنا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے جیسے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اگر تو ہروقت درود پڑھتا رہے تو تو غموں سے نجات پاجائے گا اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے یہ بتا دیا کہ جو شخص بھی مجھ پر سلام پڑھے خواہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ جب سلام پڑھتا ہے تو آپ کی فطری رحمت عود آتی ہے اور آپ بنفس نفیس اس سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں جس طرح کہ حدیث پاک میں ہے اور علامہ ابن قیم جلاء الافہام میں بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا مشرق ومغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتے ہیں اور میرے رب کے فرشتے اس کا جواب دیتے ہیں۔

بعضوں نے سنا بھی ہے

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں:

حججت فجئت المدینہ فتقدمت الی القبر الشریف فسلمت علی رسول	میں حج سے فراغ پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس

اللّٰہ ﷺ فسمعتہ من داخل الحجرۃ یقول وعلیک السلام

(القول البدیع:۱۶۰)

جاکر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔

سلام بن لحیم کہتے ہیں۔

رایت النبی ﷺ فی النوم قلت: یارسول اللّٰہ ﷺ ھولاء الذین یاتونک یسلمون علیک اتفقہ سلامھم. قال: نعم واردعلیھم

(القول البدیع:۱۶۰)

میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے دریافت کیا یارسول اللہؐ یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں کیا آپ اس کو سمجھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

----حیات النبی کی دلیل

ابو معمر فرماتے ہیں

علمنی ابن مسعود التشھد وقال:

علمنیہ رسول اللہ ﷺ کما کان یعلمنا السورہ من القران التحیات لِلّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

(جلاء الافہام:۲۱)

مجھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تشہد سکھایا۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ تشہد ایسے سکھایا جیسے کہ آپ ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے (اور وہ تشہد ہے) التحیات والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

مذکورہ حدیث میں جس تشہد کے پڑھنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے اس میں

السلام علیک ایھا النبی کے الفاظ ہیں اور ان میں صیغہ خطاب ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے ظاہری دور رسالت سے لے کر قیامت تک یہی تشہد صیغہ خطاب سے پڑھا جانا حضور نبی کریم ﷺ کی حیات کی دلیل ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

هذا الخطاب و النداء الموجود یسمع (الروح:۱۴)

یہ خطاب اور ندا ایسے وجود کے لئے درست ہے جو کہ سنتا ہو۔

یہ تمام امور حیات کا تقاضا کرتے ہیں شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی اس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

ویوید سماع النبی ﷺ سلام من یسلم علیه من قریب و بعید مشروعیة السلام علیه فی التشهد فی الصلوٰۃ بصیغة الخطاب اذ یقول المصلی السلام علیک ایها النبی و رحمة اللّٰه و برکاته فلو لم یکن ﷺ حیا یسمع جمیع المصلین انما کانوا باسماع اللّٰه له ذالک لما کان لهذا الخطاب معنی بل کان صدوره من المصلین اشبه بکلام المجانین منه بکلام العقلاء فانک اذا سمعت متکلما یخاطب انسانا میتا من عصوره کثیرة او حیا ولکنه فی بلاد بعیدة تظن ان ذالک المتکلم قد اختلط عقله ----- فاذن لم تشرع لنا

نماز کے دوران تشہد میں حضور ﷺ پر صیغہ خطاب کے ساتھ سلام کا مشروع ہونا حضور ﷺ پر دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سننے کی تائید کرتا ہے کیونکہ نمازی کہتا ہے اے نبی! ﷺ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ پس اگر حضور ﷺ اس طرح زندہ نہ ہوں کہ تمام نمازیوں کے سلام کو اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سن سکیں تو اس خطاب کا کیا معنی؟ بلکہ نمازیوں سے سلام کا اس طرح صیغہ خطاب کے ساتھ صادر ہونا عقلاء کے کلام کی نسبت بھانڈوں کے کلام سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے

مخاطبة النبی ﷺ فی الصلوٰة
بهذا الخطاب الا وهو یسمعها فی
حیاته وبعد مماته ﷺ حتیٰ ان
بعض الاولیاء سمعوا علی سبیل
الکرامة رده السلام علیهم عند
قولهم: السلام علیک ایها النبی
ورحمة الله وبرکاته ولا استحالة
فی ذالک لان الذی اطلعه علی
الغیب واسمعه کلام من یخاطبه من
بعید وقریب وهو الله تعالیٰ ولا
فرق عنده تعالیٰ بین ان یکون ذالک
فی حیاته وبعد مماته ﷺ فقد صح
انه حیی فی قبره (شواہد الحق: ۲۲۷)

کیونکہ جب تو کسی انسان کو دیکھتا ہے
کہ وہ کسی مردہ یا زندہ کو پکار رہا ہے
جب کہ مخاطب کہیں دور دراز رہتا
ہے تو تو یہی گمان کرے گا کہ اس کی
عقل ماری گئی ہے۔ پس ہمارے لئے
نبی اکرم ﷺ کو نماز میں اس خطاب
کے ساتھ مشروع نہیں کیا گیا مگر اس
حال میں کہ آپ ﷺ اسے اپنی
ظاہری حیات اور اس کے بعد حیات
برزخی میں سنتے ہوں۔ یہاں تک کہ
بعض اولیاء نے کرامتہ نبی کریم
ﷺ کا ان کے قول السلام علیک ایہا
النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کے جواب
میں جواب دینا سنا اور یہ چیز محال نہیں
ہے کیونکہ وہ ذات جس نے آپ
ﷺ کو غیب پر مطلع کیا اور ہر اس
آدمی کا کلام سننے کی طاقت عطا فرمائی کہ
جو دور و نزدیک سے آپ سے مخاطب
ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے
اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بات میں
کوئی فرق نہیں کہ یہ بات (کلام کا سننا
وغیرہ) آپ ﷺ کی ظاہری حیات
میں ہو یا موت کے بعد۔ تحقیق یہ بات

درست ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں۔

ایک روایت میں بطور خاص عیسیٰ علیہ السلام کی ندا کے جواب کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یامحمد لاجیبنہ

(الحاوی للفتاوی ۲: ۱۴۸)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تم میں ضرور تشریف لائیں گے۔ پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد ﷺ کہیں تو میں ضرور جواب دوں گا۔

حضور ﷺ سفید صحیفے میں نام درج فرماتے ہیں

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ قضی اللّٰہ لہ مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج الاخرۃ وثلاثین من حوائج الدنیا ثم یوکل اللہ بذالک ملکا یدخلہ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا یخبرنی بمن صلی علی باسمہ ونسبہ الی عشیرتہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء

(زرقانی علی المواھب، ۵: ۳۳۶، القول البدیع: ۱۵۶)

جو مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ستر آخرت کی اور تیس اس دنیا کی پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو کہ میری قبر میں درود اس طرح پیش کرتا جس طرح ہدیئے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اس آدمی کے نام اور نسب کی اس کے خاندان سمیت خبر دیتا ہے پس میں اس کو اپنے پاس سفید صحیفے میں لکھ لیتا ہوں۔

سب سے پہلے افاقہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق	سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے جس کو افاقہ ہو گا وہ میں ہی ہوں گا۔
(الحاوی للفتاوی ۲:۲۶۵-۲۶۶)	

اس روایت سے بھی حیات النبی ﷺ کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ محض بے ہوشی سے حیات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قائم رہتی ہے۔

اندر ہوتے ہوئے بھی باہر

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون	حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔
(مشکوٰۃ: ۴۵۷)	

ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا:

یھود تعذب فی قبورھا	یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔
(البخاری ۱: ۱۸۴)	

ایک تمثیل سے استدلال

بطور مثال اگر دو کمرے ساتھ ساتھ ہوں اور درمیانی دیوار میں ایک دروازہ ہو۔ ایک کمرے میں بلب روشن ہو تو دوسرے کمرے میں بھی اس کی روشنی جائے گی۔ اگر دوسرے کمرے میں بلب روشن ہو تو پہلے کمرے میں اسی طرح روشنی جائے گی۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ یہاں رہ کر قبور کے حالات کو جانتے ہیں کہ فلاں قبر میں عذاب ہو رہا ہے یا انعام ہو رہا ہے اور اگر آپ قبر میں ہیں تو اسی طرح آپ باہر دیکھتے ہیں اور باہر کی آواز کو بھی سنتے ہیں۔

فرشتے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں درود پیش کرتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان الملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغون عن امتی السلام

(مشکوٰۃ:۸۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل شانہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صلوا علی وسلموا حیث ماکنتم فیبلغنی سلامکم وصلاتکم

(الخصائص الکبری' ۲:۲۸۰)

تم جہاں کہیں سے بھی مجھ پر درود پڑھو تمہارا وہ سلام اور درود مجھے پہنچ جائے گا۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

صلوا فی بیوتکم ولاتجعلوا بیوتکم مقابر لعن اللّٰہ الیھود اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیثما کنتم

(جلاء الافہام:۶۵)

تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا اور تم مجھ پر درود پڑھو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا:

سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لاتجعلوا بیوتکم قبورا ولاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا مجھ پر درود

تبلغنی حیث ماکنتم
(مشکوٰۃ:۸٦)

پڑھو بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ
(مشکوٰۃ:۸۷'المواہب اللدنیہ' ۲:۳۸۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا:

قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ
(القول البدیع:۱۵۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے اس کو میں جانتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

لیس احد من امۃ محمد یسلم علیہ ویصلی علیہ الا بلغہ
(الشفاء:٦۵۸)

حضور ﷺ کی امت میں سے جو آدمی بھی آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے وہ آپ کی بارگاہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی
(الجوہر المنظم:۲٦'قول البدیع:۱۵۴)

جب بھی کوئی آدمی میری قبر کے نزدیک مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو

مجھ پر درود کو پہنچاتا ہے۔

ان ملکاموکلا یوم الجمعۃ من صلی علی النبی ﷺ یبلغ النبی ﷺ یقول ان فلانا من امتک یصلی علیک

(جلاء الافہام: ۶۴)

بے شک ایک فرشتہ جمعہ کے روز مقرر ہوتا ہے جو کوئی بھی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا ہے وہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں اس کا درود پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی امت میں سے فلاں آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت

حضور اکرم ﷺ جس کا درود چاہیں خود بھی سماعت فرمائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کی بارگاہ اقدس میں تحائف کی صورت میں درود پیش بھی کیا جاتا ہے۔ فرشتوں کے بارگاہ مصطفوی میں اس طرح درود شریف پیش کرنے سے نہ آپ کے علم کی نفی ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی قوت سماعت کی۔ بالکل اسی طرح جیسے رب العزت کی بارگاہ میں فرشتے انسانوں کے اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ کو ان اعمال کو علم ہوتا ہے۔ فقط کسی چیز کے پیش کرنے سے علم وغیرہ کی نفی کا معنی لینا درست نہیں ہے بلکہ درود پاک بارگاہ اقدس میں پہنچانے کی صورت میں۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ درود پہنچانے کی صورت میں بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں فرشتوں کا اس کو پیش کرنا اور یہ عرض کرنا کہ فلاں ابن فلاں نے یہ درود پڑھا ہے اور آپ کا اس کو سننا پھر آپ کا اس درود کا جواب مرحمت فرمانا یہ تمام امور حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ پر دلالت کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود پیش کرنے والے فرشتوں کی قوت سماعت

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل اعطی ملکا من

بے شک اللہ تعالٰی نے فرشتوں میں

الملائکۃ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری حتیٰ تقوم الساعۃ فلیس احد من امتی یصلی علی صلوٰۃ الا قال: یااحمد فلان ابن فلان باسمہ واسم ابیہ صلی علیک بکذا وکذا

(حجۃ اللہ علی العالمین: ۷۱۳)

سے ایک فرشتے کو پوری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے پس وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی پس میری امت میں سے جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ کہتا ہے اے احمد! ﷺ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے (اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے) نے آپ پر ان الفاظ کے ساتھ درود بھیجا۔

۲۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان للہ تبارک وتعالیٰ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذا مت فلیس احد یصلی علی صلوٰۃ الا قال: یامحمد صلی علیک فلان ابن فلان

(جلاء الافہام: ۵۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو پوری کائنات کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے۔ وہ میری قبر پر کھڑا ہے جب میں ظاہری حیات سے پردہ کر جاؤں گا تو پھر جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے فرشتہ کہتا ہے اے محمد ﷺ فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے آپ پر درود پڑھا۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ان للہ ملکا اعطاہ سمع العباد فلیس من احد یصلی علی صلوۃ الا ابلغنیھا وانی سالت ربی ان لا یصلی علی عبد

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو تمام انسانوں کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرماتا ہے۔ پس جو

صلوۃ الا صلی اللہ علیہ عشر امثالھا
(جلاء الافہام: ۵۲)

کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے اس کا درود پہنچا دیتا ہے بیشک میں نے اپنے رب سے درخواست کی ہے کہ کوئی بھی بندہ مجھ پر ایک دفعہ سلام پڑھے تو تو اس پر اس کی مثل دس رحمتیں بھیج۔

ان مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی ہے کہ پوری دنیا میں درود پڑھنے والوں کو جانتا ہے بلکہ ان کے آباؤ اجداد کے نام بھی جانتا ہے اور ان کی آواز سنتا ہے۔ فرشتہ جو کہ حضور ﷺ کا ادنیٰ سا غلام ہے اس کی اتنی طاقت ہے تو آقائے دوجہاں مالک کون ومکان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قوت سماعت اور علم کا کیا عالم ہوگا؟ اور یہ علم وسماعت حیات النبی کے بغیر ناممکن ہے۔

سلام کا خود بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں پیش ہونا

امام بیہقیؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خبر چی ہے کہ

ان صلوتنا معروضۃ علیہ وان سلامنا یبلغہ وان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء
(الحاوی للفتاوی ۲: ۲۶۸)

ہمارے درود حضور ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارے سلام خود آپ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء کے جسموں کا کھانا اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ سلامنا یبلغہ کا معنیٰ تو یہ ہے کہ سلام ان تک پہنچتا ہے خود بخود سننے کا معنیٰ کہاں سے ثابت ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سلامنا یبلغہ سے بھی اگر پیش کئے جانے کا معنیٰ مراد ہوتا تو اس کو الگ بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ان صلوتنا و سلامنا معروضۃ

علیہ ہی فرمایا جاتا۔ دونوں میں تفریق کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا معنی پیش ہوتا ہے اور دوسرا یبلغہ کا فاعل سلام ہے اس لئے اگر یہاں یہ معنی ہو کہ سلام پہنچایا جاتا ہے سلام فاعل کی بجائے مفعول بن جائے گا اور جب سلام کوئی نہیں پہنچاتا تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔

حضور ﷺ خود درود و سلام کو سنتے ہیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعہ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان: قلنا وبعد وفاتک: قال: وبعد وفاتی' ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

(حجۃ اللہ العالمین: ۷۱۳' جلاء الافہام: ۶۳)

جمعہ کے روز مجھ پر درود پڑھنے کی کثرت کرو بے شک جمعہ کا دن یوم مشہود ہے اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی جگہ پڑھے ہم نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا: میری وفات کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔

اس روایت میں **بلغنی صوتہ** کے الفاظ قابلِ ذکر ہیں کہ اس درود پڑھنے والے کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ اس میں نہ دور و نزدیک کی قید ہے اور نہ کسی کا پہچاننا شرط ہے بلکہ خود بخود حضور ﷺ کا سننا ثابت ہے جو حیات النبی کے ساتھ ساتھ آپ کی کمال درجہ قوت سماعت کی روشن دلیل ہے۔

اہل محبت کے سلام کو خود سنتا ہوں

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا:

اسمع صلوۃ اهل محبتي واعرفهم (دلائل الخیرات، مطالع المسرات:۸۱)

میں محبت والوں کا درود خود سنتا ہوں اور ان کو جانتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اہل محبت کا درود خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے بھی ہیں اگرچہ وہ دور ہی ہوں۔ یہ روایات بھی حیات النبی ﷺ پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ سننا بغیر حیات کے ممکن نہیں لیکن ان روایات سے بطور خاص ہر چیز ثابت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی قوت سماعت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

حتیٰ کہ کلام بھی

حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں:

جب حضور ﷺ کو قبرانور میں رکھا گیا تو میں نے آخری دیدار سے آپ کے چہرہ انور کی زیارت کی۔

اذا رایت شفتیه یتحرک فادنیت اذنی عندها فسمعت وهو یقول: اللهم اغفر لامتي فاخبرتهم بهذا بشفقته علی امته

(مدارج النبوۃ، ۲: ۴۴۲)

جب میں نے دیکھا تو آپ کے لب ہائے مبارک حرکت کر رہے تھے۔ میں نے اپنے کانوں کو نزدیک کر کے سنا تو آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! میری امت کو بخش دے میں نے یہ بات سب حاضرین کو سنائی تو اس شفقت امت پر سب دنگ رہ گئے۔

اس روایت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لب ہائے مبارک کا حرکت کرنا ثابت ہے اور یہ چیز حیات کے بغیر ممکن نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ شفقت و محبت کی ایک جھلک بھی نظر آتی ہے کہ حضور ﷺ نے تو وقت ولادت اپنی امت کو یاد رکھا اور **یارب ھب لی امتی** کی صدا بلند فرماتے رہے اور معراج کے موقع پر جو کہ تجلیات ربانی کے مشاہدہ کا وقت تھا اس وقت بھی **اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ** کہہ کر اپنی امت کو یاد فرماتے ہیں اور اب

جب اس دنیا سے پردہ پوشی فرماتے ہیں تو اس وقت بھی اپنی امت کو اللھم اغفر لامتی کی صدا بلند فرما کر اپنی چادر رحمت سے امت کو ڈھانپ رہے ہیں۔ کاش ہمیں اللہ تعالیٰ ان احسانات کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب بھی جانتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روای ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی فی یوم جمعۃ ولیلۃ جمعۃ مائۃ من الصلوۃ قضی اللّٰہ لہ مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج الاخرۃ و ثلاثین من حوائج الدنیا و کل اللّٰہ بذالک ملکا یدخلہ علی قبری کما تدخل علیکم الھدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاۃ (الخصائص الکبریٰ ۲:۲۸۰)	جو آدمی مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو سو بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر دیتا ہے جس میں سے ستر آخرت میں اور تیس دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے وہ فرشتہ اس درود کو میری قبر پر اس طرح پیش کرتا ہے جیسے تم کو ہدیئے پیش کئے جاتے ہیں بے شک میرا علم میری موت کے بعد بھی ایسے ہی ہے جیسے میرا علم میری ظاہری زندگی میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا علم بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ ظاہری حیات میں تھا اور علم حیات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

..... حتی کہ دیکھتے بھی ہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کنت ادخل البیت فاضع ثوبی واقول انما زوجی و ابی فلما دفن عمر معھما ما دخلتہ الا و انا مشدودۃ علی ثیابی	میں اپنے حجرے میں داخل ہوتی تھی ا پردے کا اہتمام نہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور دوسرے

حیاء من عمر

(مشکوٰۃ:۱۵۴)

میرے باپ ہیں کیونکہ (وہ تو محرم ہیں ان کے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں) اور جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو پھر میں اچھی طرح پردہ کئے بغیر نہ جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے (پردہ کرتی ہوں کیونکہ وہ غیر محرم ہیں، اور غیر محرم کے سامنے بے پردگی ناجائز ہے)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ، صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دیکھتے بھی ہیں۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کے حوالے سے برزخی کے ضمن میں گزر چکا کہ امام صاحب تو عام میت کے دیکھنے کے بھی قائل تھے چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کی ذوات مقدسہ!

روضہ انور کی زیارت۔ حیات ظاہری کی جھلک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من زارنی میتا فکانما زارنی حیا

جذب القلوب: مترجم):۲۰۷

جس آدمی نے میری حالت ممات میں زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیات میں زیارت کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی

(شفاء السقام:۱۶)

جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد، گویا کہ اس نے میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی

(وفاء الوفاء، ۴: ۱۳۴۷)

جس نے میری موت کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حی

(شفاء السقام: ۳۶)

جس نے میری ظاہری زندگی کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی اس حال میں کہ میں زندہ ہوں۔

امام زرقانیؒ فرماتے ہیں:

لانہ ﷺ حی فی قبرہ یعلم بمن یزورہ ویرد سلامہ

(زرقانی، ۸: ۲۹۹)

کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

امام زرقانی نے اس بات کی تصریح کر دی کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے حیات میں میری زیارت کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ جاوید ہیں۔ اس لئے علمائے امت نے بارگاہ مصطفوی ﷺ کی زیارت کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبر انور کے سامنے بالکل اسی طرح آداب کو ملحوظ رکھا جائے جیسے کہ حیات ظاہری میں آداب کو ملحوظ رکھا جاتا اور اس کا سبب بھی یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

امام نوویؒ ایضاح میں فرماتے ہیں:

بل الادب ان یبعد منہ کما یبعد منہ

بلکہ ادب یہ ہے کہ زائر قبر انور سے

لو حضر فی حیاته ﷺ
(شواہد الحق: ۹۳)

اتنے فاصلے پر رہے جس طرح کہ وہ اگر آپ ﷺ کی حیات میں حاضر ہوتا تو جتنے فاصلے پر ہوتا۔

امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

ینبغی ان یقف عند محاذاۃ اربعہ" اذرع ویلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الھیبہ" کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاته ویستحضر علمه لوقوفہ بین یدیہ وسماعہ لسلامہ کما ھو فی حال حیاته

(المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۸۷)

زائر کو چاہیے کہ وہ قبر انور سے چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہو اور ادب خشوع تواضع تمام ہیبت میں آنکھوں کو جھکاتے ہوئے لازم کرلے جیسے وہ آپ کی حیات ظاہری میں آپ کے سامنے کرتا تھا اور وہ آپ کے سامنے کھڑے ہونے کے بارے میں آپ کے علم کو ذہن میں رکھے اور آپ ﷺ کا اس کے سلام کو سننا ذہن میں مستحضر رکھے جیسے کہ وہ آپ کی حیات میں تھا۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

انه صلی اللہ علیه وسلم حی فی قبرہ یعلم بزائرہ وھو ﷺ لو کان حیا لم یسع زائرہ استقبالہ واستدبارہ القبلة"

(الجوہر المنظم: ۳۶)

بے شک حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنی زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں اور آپ ﷺ اگر زندہ ہوتے تو آپ کی زیارت کرنے والوں کے لئے آپ کی طرف منہ اور قبلہ کی جانب پشت کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا (پس اب بھی

زندہ ہونے کے سبب قبلہ کی طرف ہی
پشت کی جائے)

انبیاء علیہم السلام کا ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جانا

ملا علی قاریؒ شرح الشفاء میں فرماتے ہیں:

لیس هنا موت ولا فوت بل هو انتقال من حال الی حال وارتحال من دار الی دار

(شرح الشفاء، ۱: ۱۵۲)

یہاں نہ کوئی موت ہے اور نہ فوت بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں رحلت فرماتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ان الانبیاء لا یموتون سائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الی دار البقاء

(مرقاۃ، ۲: ۲۴۱)

بے شک انبیاء علیہم السلام وفات نہیں پاتے تمام زندہ لوگوں کی طرح ہیں بلکہ وہ دار فانی سے دار بقاء کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

باب سوم

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اقوال اکابرین کی روشنی میں

گزشتہ ابواب میں ہم نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ثبوت میں کتاب وسنت سے دلائل دیئے۔ اب ہم صحابہ کرامؓ، تابعین، صوفیاء، محدثین، مفسرین اور فقہاء وغیرھم کے اقوال بیان کر رہے ہیں تاکہ اس امر میں کوئی شک نہ رہے کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا عقیدہ کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ متقدمین ومتاخرین کا بھی عقیدہ رہا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لما مرض ابی اوصی ان یوتی بہ الی قبر النبی ﷺ ویستاذن لہ ویقال: ھذا ابوبکر یدفن عندک یارسول اللّٰہ. فان اذن لکم فادفنونی وان لم یوذن لکم فاذھبوا بی الی البقیع فاتی بہ الی الباب فقیل ھذا ابوبکر قد اشتھی ان یدفن عند رسول اللّٰہ ﷺ وقد اوصانا فان اذن لنا دخلنا وان لم یوذن لنا انصرفنا فنودینا: ادخلو وکرامۃ سمعنا کلاما ولم نرا احدا

جب میرے والد بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس لے جانا اور اجازت طلب کرنا اور کہنا یہ ابوبکر ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ کے پاس دفن کردیں اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کردیں اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں لے جانا پس آپ کو حجرہ مبارک کے دروازے پر لے جایا گیا اور کہا گیا کہ یہ ابوبکر ہیں یہ رسول اللہ کے پاس دفن کی خواہش رکھتے ہیں اور انہوں نے ہمیں وصیت کی کہ اگر آپ ہمیں اجازت دے

دیں تو ہم داخل ہو جائیں اور اگر اجازت نہ دیں تو ہم واپس چلے جائیں۔ پس ہمیں آواز دی گئی کہ تم داخل کردو۔ ہم نے کلام سنا اور کسی کو دیکھا نہیں۔

دوسری روایت میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رایت الباب قد فتح فسمعت قائلا یقول ادخلوا الحبیب الی حبیبہ فان الحبیب الی الحبیب مشتاق (الخصائص الکبریٰ ۲:۲۸۱۔۲۸۲)	میں نے دروازہ دیکھا کہ وہ کھل گیا اور میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا کہ دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو۔ بے شک دوست دوست کے ساتھ ملنے کا مشتاق ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی' امام رازی کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے سامنے دروازے پر لایا گیا اور آواز دی گئی "السلام یا رسول اللہ! یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہے" تو دروازہ خود بخود کھل گیا قبر شریف کے اندر سے کوئی آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے ہاں داخل کردو" (جمال الاولیاء: ۲۹)

ان روایات سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ واضح ہو گیا کہ آپ وصیت فرما رہے ہیں کہ جا کر بارگاہ مصطفوی میں عرض کرنا اور اس کے بعد جو حکم ہو گا اس پر عمل کرنا اور یہ بات اس وقت کہی جا سکتی ہے جب یقین ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں اور اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر بھی ان کا ایک عمل بھی ان کے اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے۔

لما توفی صلی اللہ علیہ وسلم اقبل ابوبکر حین	جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو

بلغه الخبر فدخل علی رسول اللہ ﷺ فکشف عن وجهه ثم اکبد علیه فقبله ثم بکی وقال: بابی انت وامی طبت حیا ومیتا اذکرنا یا محمد عند ربک

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس خبر کو سن کر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں داخل ہوئے اور آپ کے چہرہ انور سے پردہ ہٹایا پھر آپ پر جھک گئے پھر آپ ﷺ کا بوسہ لیا' روئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ اپنی حیات ظاہری اور اس کے بعد بھی خوش وخرم رہیں۔ اے محمد! ﷺ آپ اپنے رب کے پاس ہمارا ذکر کریں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

خطاب لمن یسمع ویعقل

(الروح:۱۰)

یہ خطاب اس آدمی کے لئے ہے جو سنتا بھی ہو اور عقل وشعور بھی رکھتا ہو۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطاب کر کے ذکر کرتے ہیں:

"اے اللہ کے محبوب! رب کے پاس جا کر ہمارا ذکر کرنا"

جس سے ثابت ہوا کہ آپ کا اعتقاد تھا کہ آپ سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اس عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ومیتا

(شفاء السقام:۱۵۴)

نبی ﷺ کے پاس ظاہری حیات اور اس کے بعد حیات برزخی میں بھی بلند آواز کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

وقع رجل فی علی عند عمر ابن

کسی آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا

الخطاب فقال له عمر ابن الخطاب: معک اللّٰہ لقد اذیت رسول اللّٰہ ﷺ فی قبرہ

بھلا کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا "اللّٰہ تجھے ذلیل کرے۔ بے شک تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی قبر انور میں تکلیف پہنچائی ہے۔

قبر انور میں تکلیف پہنچنے کا عقیدہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب یہ عقیدہ ہو کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ تشریف فرما ہیں۔

لما تحقق عمر رضی اللہ عنہ وفاتہ ﷺ بقول ابی بکر رضی اللہ عنہ قال وھو یبکی بابی انت وامی یارسول اللّٰہ

(شواہد الحق:۱۳۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے ظاہر دنیا سے پردہ پوشی کا یقین ہوگیا۔ آپ رو رو کر عرض کر رہے تھے "یارسول اللّٰہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں"

علامہ ابن قیم کے نزدیک اس طرح خطاب کرنا ایسے آدمی کو ہی درست ہے جو کہ سن رہا ہو اور یہ سماعت بغیر حیات کے متصور نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو زیر زمین آرام فرمائے ہوئے تین دن گزرے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے قرآن کریم کی یہ آیت

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ

---- پڑھی تحقیق میں نے اپنی جان پر ظلم کیا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں۔

فنودی من القبر انہ قد غفرلک

شواہد الحق ۸۰

پس قبر انور سے ندا آئی تحقیق تجھے بخش دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فقط حیات النبی ﷺ کے بارے میں محض عقیدہ ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ حیات النبی ﷺ کا مشاہدہ کر کے بتا رہے ہیں کہ حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ جاوید ہیں اور ہمارے کلام کو سنتے ہیں اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مذکور ہے۔

انہ کان اذا قدم من سفر دخل المسجد ثم اتي الی القبر المقدس فقال یارسول اللہ السلام علیک

(مواہب اللدنیہ'۲:۳۸۷)

ابن عمر جب کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد میں آتے پھر قبر اقدس پر حاضری دیتے اور کہتے "اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو"

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ان السلام علی من لا یشعر ولا یعلم بالمسلم محال

(الروح:۱۴)

بے شک مسلمان کے لئے محال ہے کہ ایسے آدمی کو سلام کرے جو کہ عقل وشعور اور علم نہیں رکھتا ہو۔

جب ایک عام مسلمان کے لئے ایسا کرنا محال ہے تو ایک ایسی ہستی جو براہ راست صحبت نبوی سے ہدایت حاصل کرنے والی ہو تو اس سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح سلام بھیجے اور اس کے باوجود اس کا عقیدہ حضور ﷺ کے علم وشعور پر نہ ہو؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم وشعور پر عقیدہ حیات النبی کے عقیدے کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ

انہ جاء الی قبر النبی ﷺ وقال: یارسول اللہ استسق لامتک

(شواہد الحق:۱۳۸)

آپ حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمایئے۔

اس کے تحت علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی لکھتے ہیں۔

ففیہ النداء لہ بعد وفاتہ والخطاب بالطلب منہ ان یستقی لامتہ (شواہد الحق: ۱۳۸)	اس میں حضور ﷺ کو آپ کی ظاہری حیات کے بعد ندا ہے اور حضور ﷺ سے اپنی امت کے لئے بارش کی دعا مانگنے کی طلب کے ساتھ خطاب ہے۔

ابن قیم کے نزدیک خطاب اور ندا قوت سماعت کے بغیر درست نہیں اور سماعت کی قوت کا ہونا حیات پر دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

احلف تسعا انہ ﷺ قتل قتلا احب الی من ان احلف واحدۃ انہ لم یقتل (زرقانی علی المواہب، ۸: ۳۱۳)	میں نو بار قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ آپ ﷺ شہید کئے گئے ہیں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بنسبت اس کے کہ میں ایک مرتبہ کہہ دوں کہ آپ شہید نہیں کئے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شہادت کا اقرار کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب حضور ﷺ کی نبوت کے ساتھ وصف شہادت بھی متحقق ہو گیا تو آپ کا زندہ ہونا شہداء کے مقابلے میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گا تو گویا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی حیات کا اقرار کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

انھا کانت تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطنبۃ بمسجد رسول اللہ ﷺ	وہ حضور ﷺ کی مسجد کے ساتھ (ملحق گھروں میں سے) کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز سنتیں تو ان کی طرف

فترسل الیھم: لاتؤذوا رسول اللہ ﷺ

پیغام بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

(شفاء السقام: ۱۵۴۔۱۵۵)

تکلیف کا تصور بغیر حیات کے ممکن نہیں ہے۔ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر کے پاس شور تک کو منع فرمارہی ہیں۔

اس سے قبل مشکوۃ کی روایت درج کی جاچکی ہے جس کے مطابق جب حجرہ مبارک میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون تھے تو اس وقت پردے کا اہتمام نہ کرتی تھیں لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مدفون ہونے کے بعد حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے سختی سے پردے کا اہتمام کرتی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جیسا یقین رکھتی تھیں کہ وہ دیکھ رہے ہیں اسی طرح اس سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ایسا ہی یقین رکھتی تھیں لیکن محرم ہونے کی وجہ سے وہ پردہ نہیں کرتی تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضور ﷺ کی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی وفات کے بعد اشعار کی صورت میں مرثیہ لکھا۔ عرض کرتی ہیں۔

الا یارسول اللہ انت رجاءنا

یارسول اللہ ﷺ آپ ہماری امید ہیں۔

اس پر علامہ نبہانی فرماتے ہیں۔

ففیھا النداء مع قولھا انت رجائنا وسمع تلک المرثیہ الصحابہ ولم ینکر احد قولھا: یارسول اللہ انت رجائنا

ان کے قول میں ندا ہے اور اس مرثیہ کو تمام صحابہ نے سنا لیکن کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔

(شواہد الحق ص ۱۴۳)

علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد خاص علامہ ابن قیم کی تصریحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نداء وخطاب وغیرہ حیات کے بغیر متصور نہیں ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ

آپ فرماتے ہیں:

لم ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبره رسول الله ﷺ ایام الحرة حتی عاد الناس

میں ایام حرہ میں اذان اور اقامت کی آواز قبر مبارک سے سنتا رہا یہاں تک کہ لوگ واپس پلٹ آئے۔

(الخصائص الکبری، ۲: ۲۸۱)

لیس من یوم الا --- وتعرض علی النبی ﷺ اعمال امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم واعمالهم فلذالک یشهد علیهم

(المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۸۷)

ہر روز حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی امت کے اعمال صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں پس آپ ان چہروں اور اعمال کو بھی جانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ ان پر گواہی دیں گے۔

ان تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ حضرت سعید بن مسیب حیات النبی کا عقیدہ رکھتے تھے کیونکہ اعمال اور چہروں کو پہچاننا اور اعمال کو پیش کیا جانا یہ سب کچھ حیات کے لوازمات میں سے ہیں اور پھر اوپر والی روایت میں حیات النبی ﷺ کا مشاہدہ کرکے بتا رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ جاوید ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

من کانت حیاته بنفسه یکون مماته بذهاب روحه ومن کانت حیاته بربه فانه ینتقل من حیاة الطبع الی حیاة الاصل وهی حیاة الحقیقة واذا کان

جو اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ روح کے نکل جانے سے مردہ ہو جاتا ہے اور جو اپنے رب کے ساتھ زندہ ہے وہ نہیں مرتا بلکہ وہ حیات طبعی

القتيل بسيف الشريعة حيا مرزوقا فكيف من قتل بسيف الصدق والحقيقة"

(روح البیان' ۲:۱۲۵۔۱۲۶)

سے حیات اصلی کی طرف انتقال کرتا ہے۔ جب شریعت کی تلوار سے قتل ہونے والا زندہ ہے اور رزق دیا جاتا ہے تو جو صدق و حقیقت کی تلوار سے قتل ہو جاتا ہے وہ کتنی اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہوگا۔

ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا ﷺ حي بعد وفاته وانه يبشر بطاعات امته ويحزن بمعاصي العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلي عليها من امته

(الحاوی للفتاوی' ۲:۳۵۱)

ہمارے تمام متکلمین اور محققین اصحاب کا فرمان ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور گنہگاروں کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں اور بے شک آپ کی امت میں سے جو آپ پر درود بھیجے اس کا درود آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ

واحضر قلبك النبي ﷺ وشخصه الكريم وقل السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته وليصدق املك حتى به يبلغه ويرد عليك ماهو اوفى منه

(احیاء العلوم' ۱:۱۶۹)

پس تو اپنے دل میں حضور ﷺ کی ذات کو جلوہ گر مان کر عرض کر اے نبی محترم! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو' اور اس بات پہ یقین رکھ کہ میرا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔

امام بیہقیؒ

الانبیاء بعد ماقبضوا ردت علیهم ارواحهم لهم احیاء عند ربهم کالشهداء

(شفاء السقام: ۱۵۴)

انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد واپس لوٹا دیا گیا ہے پس وہ اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ

اما حیاة الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانها للروح والجسد علی الدوام علی ما کان فی الدنیا

(الحاوی للفتاوی ۲: ۲۶۷)

بے شک انبیاء علیہم السلام کی حیات تمام سے اعلیٰ اور کامل تر ہے کیونکہ ان کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ اسی طرح زندہ رہتی ہیں جس طرح کہ دنیا میں تھیں۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

قد ثبت ان اجساد الانبیاء لاتبلی وعود الروح الی البدن سنذکره فی سائر الموتی فضلا عن الشهداء فضلا عن الانبیاء

(شفاء السقام ۱۴۳۔۱۴۴)

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور روح کا بدن کی طرف لوٹنا۔ عنقریب ہم اس چیز کا ذکر مردوں کے حوالے سے کریں گے چہ جائیکہ شہداء اور انبیاء۔

ملا علی قاریؒ

لیس هناک موت ولا فوت بل هو انتقال من حال الی حال وارتحال من دار الی دار وان المعتقد المحقق انه

یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے لئے نہ موت ہے نہ فوت بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں

حی یرزق
(مرقاۃ ۱۱: ۲۵۶)

منتقل ہوتا ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں ہجرت فرماتا ہے محقق عقیدہ یہ ہے کہ آپ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

لا عدة علیهن لانه ﷺ حی فی قبره وکذالک سائر الانبیاء
(شرح الشفاء ۱: ۱۵۲)

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات پر کوئی عدت نہیں کیونکہ آپ ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی

ولا یمتنع رویة ذاته بجسده الشریفة وروحه وذالک لانه ﷺ وسائر الانبیاء احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد ماقبضوا
(الحاوی للفتاوی ۲: ۴۵۰)

حضور ﷺ کی ذات شریفہ کی جسدا اور روحا رؤیت ممتنع نہیں کیونکہ آپ اور تمام انبیاء زندہ ہیں اور ان کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد لوٹا دیا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ

قد شرع لنا اذا دخلنا المسجد ان نقول السلام علیک ایها النبی ورحمته الله وبرکاته کما نقول ذالک فی اخر صلاتنا بل قد استحب ذالک لکل من دخل مکانا لیس فیه احد ان یسلم علی النبی ﷺ لما تقدم من ان السلام علیه یبلغه من

تحقیق ہمارے لئے مشروع کیا گیا کہ جب ہم مسجد میں داخل ہوں تو یہ کہیں: "السلام علیک ایها النبی رحمته الله وبرکاته" جیسے کہ ہم نماز کے آخر میں کہتے ہیں بلکہ اس طرح حضور ﷺ پر سلام بھیجنا ہر اس آدمی کے لئے مستحب ہے جو کہ ایسی جگہ داخل

کل موضع
(اقتضاء الصراط المستقیم:۳۶۶)

ہو جہاں پر کوئی آدمی نہ ہو بسبب اس کے جو (احادیث) گزر چکی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر پڑھا جانے والا سلام ہر جگہ سے آپ تک پہنچ جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم

قال ابو عبداللہ وقال شیخنا احمد بن عمرو الذی یزیح ھذا الاشکال ان شاء اللہ تعالی ان الموت لیس بعدم محض وانما ھو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذالک ان الشھداء بعد قتلھم وموتھم احیاء عند ربھم یرزقون فرحین مستبشرین وھذہ صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذالک احق واولی ... بان موت الانبیاء ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کانوا موجودین جاء واذالک کالحال فی الملائکۃ فانھم احیاء موجودون ولا تراھم

(الروح:۵۱۔۵۲)

ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے استاذ احمد بن عمرو نے کہا کہ موت عدم محض نہیں ہے بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہو جانے کے بعد اور پس از وفات اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں' رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہوتے ہیں دنیا میں زندوں کی بھی یہی صفات ہیں۔ لہذا جب شہداء کا یہ حال ہوا تو انبیاء بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام کی موت کے بارے میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنی فقط یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں اور ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں اور ان کا حال ملائکہ کا سا ہے کیونکہ وہ بھی زندہ

اور موجود ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

ایک اور مقام پر بھی اسی تصور کو یوں واضح کرتے ہیں۔

ومعلوم بضرورة ان جسده ﷺ فی الارض طری مطرا
(الروح: ۶۳)

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضور ﷺ کا جسد انور قبر مبارک میں تر و تازہ ہے۔

امام قرطبی

ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احیاء یرزقون فرحین مستبشرین وهذه صفة الاحیاء فی الدنیا واذا کان هذا فی الشهداء فالانبیاء احق بذالک واولیٰ
(الحاوی للفتاوی، ۲: ۳۵۱)

بے شک شہداء اپنے قتل ہونے اور وفات پا جانے کے بعد زندہ ہوتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں شاد و مسرور ہوتے ہیں اور یہی دنیا میں زندوں کی صفت ہے تو جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء زندہ ہونے میں ان سے بہت زیادہ افضل و اولیٰ ہیں۔

ایک اور مقام پر اس کی تصریح یوں فرماتے ہیں:

غیبوا عنا بحیث لاتدرکهم وان کانوا موجودین احیاء وذالک کالحال فی الملائکة فانهم موجودون احیاء ولا یراهم احد من نوعنا الا من خصه الله بکرامته
(الحاوی للفتاوی، ۲: ۳۵۱)

وہ ہم سے پردہ فرما جاتے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہوتے ہیں اور ان کا حال فرشتوں کا سا ہو جاتا ہے کہ فرشتے زندہ موجود ہوتے ہیں مگر ان کو کوئی نہیں دیکھ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے خاص فرمایا ہو۔

علامہ قسطلانی

۱۔ حیاۃ الشھید یثبت للنبی ﷺ بطریق اولی

(المواہب اللدنیہ ۴: ۳۸۹)

شہید کی حیات حضور ﷺ کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

۲۔ ان حیاۃ الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ثابتہ معلومہ مستمرۃ ونبینا ﷺ افضلھم واذا کان کذالک فینبغی ان تکون حیاتہ ﷺ اکمل واتم من حیاۃ سائرھم

(المواہب اللدنیہ ۲۷: ۳۹۰)

(اس امر میں کوئی شک نہیں کہ) انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت و معلوم اور دائمی ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور جب ایسا ہے تو چاہیے کہ آپ ﷺ کی حیات بھی ان تمام انبیاء کی حیات سے کامل تر ہو۔

۳۔ وینبغی ان یقف عند محاذاہ اربعہ اذرع ویلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الھیبہ کما کان یفعل بین یدیہ فی حیاتہ ویستحضر علمہ بوقوفہ بین یدیہ سماعہ لسلامہ کما ھو فی حال حیاتہ اذ لافرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائھم وخواطرھم وذالک عندہ جلی لاخفاء

(المواہب اللدنیہ ۴: ۳۸۷)

زائر کو چاہیے کہ وہ قبرانور سے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور ادب خشوع، تواضع، مقام ہیبت میں آنکھوں کو جھکائے ہوئے لازم کرے جیسے وہ آپ کی حیات ظاہری میں آپ کے سامنے کرتا تھا اور وہ آپ کی بارگاہ میں اپنے کھڑے ہونے کے بارے میں آپ کا علم اور اپنے سلام کا سننا ذہن میں رکھے جیسے کہ وہ آپ کی حیات میں تھا کیونکہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ اور برزخی حیات طیبہ میں اپنی امت کے مشاہدہ اور ان کے

احوال' ان کی نیتوں' ان کے ارادوں اور ان کی قلبی کیفیات کو جاننے میں کوئی فرق نہیں اور یہ سب امور آپ کے نزدیک واضح ہیں ان میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

علامہ سید محمود احمد آلوسی

حیاۃ نبینا ﷺ اکمل واتم من سائرھم علیھم السلام

(روح المعانی' ۲۲:۳۸)

ہمارے نبی ﷺ کی حیات دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل اور اتم ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ

قد ثبت حیاۃ الانبیاء ولا شک انھا اکمل من حیاۃ الشھداء

(الجوہر المنظم: ۲۶)

تحقیق انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے کامل تر ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

واما ادلہ حیاۃ الانبیاء لمقتضاھا حیاۃ الابدان کحالہ الدنیا

(الجوہر المنظم: ۲۷)

اور رہے انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل تو ان کا تقاضا بدنوں کی حیات بھی ہے جیسے کہ دنیا کی حالت میں (بدن صحیح وسلامت اور زندہ تھے)

شیخ رملی

اما الانبیاء فانھم احیاء فی قبورھم یصلون ویحجون کما وردت بہ

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج بھی

الاخبار

(شواہد الحق: ۱۱۳)

کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

شیخ تاج الدین بن فاکہانی مالکی

یوخذ من ہذا الحدیث ان رسول اللہ حیی علی الدوام وذالک انہ محال عادۃ ان یخلو الوجود کلہ من واحد مسلم علی النبی ﷺ فی لیل او نہار

(الحاوی للفتاوی ۲: ۲۷۱)

اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اس لئے یہ عادۃً محال ہے کہ دنیا میں کوئی وقت پایا جائے کہ حضور ﷺ پر کوئی درود نہ بھیج رہا ہو۔

شیخ عفیف الدین یافعی

الاولیاء ترد علیھم احوال یشاھدون فیھا ملکوت السماوات والارض وینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسی علیہ السلام فی قبرہ

الحاوی للفتاوی ۲: ۲۷۸

اولیاء اللہ پر ایسے حالات وارد ہوتے ہیں کہ جن میں وہ آسمانوں اور زمینوں کے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو مردہ نہیں بلکہ زندہ دیکھتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں زندہ دیکھا۔

شیخ زین الدین مراغی

یحمد اللہ تعالیٰ ویمجدہ ویصلی علی النبی ﷺ ویکثر الدعا والتضرع ویجدد التوبہ فی حضرتہ الکریمہ۔ ویسال اللہ تعالیٰ بجاھہ

پس بارگاہ رسالت مآب کی حاضری کے وقت اللہ کی حمد و بزرگی بیان کرو اور حضور ﷺ پر درود پڑھو اور کثرت کے ساتھ دعا اور گریہ زاری کرو اور

ﷺ ان يجعلها توبة نصوحا ويكثر من الصلوة والسلام على رسول الله ﷺ بحضرته الشريفة حيث يسمعه ويرد عليه

(شواہد الحق:۸٦)

آپ کی بارگاہ اقدس میں نئے سرے سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ کے صدقے سے سوال کرو کہ وہ اس توبہ کو توبۃ النصوح (پکی توبہ) بنادے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر آپ پر کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھو اس طرح کہ آپ اس کو سن رہے ہیں اور اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

شیخ شمس شوبری شافعی

كرامات الاولياء ثابتة وتصرفهم لا ينقطع بالموت ويجوز التوسل بهم الى الله تعالى والاستعانة بالانبياء والمرسلين وبالعلماء والصالحين بعد موتهم لان معجزة الانبياء وكرامة الاولياء لاتنقطع بعد موتهم اما الانبياء عليهم الصلوة والسلام فلانهم احياء في قبورهم يصلون ويحجون كما وردت به الاخبار

(شواہد الحق:۹۵)

اولیاء کی کرامات ثابت ہیں اور ان کا تصرف موت سے ختم نہیں ہوتا اور ان کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں توسل پکڑنا جائز ہے اور انبیاء رسول علماء اور صالحین سے ان کی موت کے بعد بھی مدد طلب کرنا جائز ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے بعد ختم نہیں ہوتیں انبیاء علیہم السلام سے اس لئے کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

علامہ بارزی

سئل بارزی عن النبی ﷺ هل هو حي بعد وفاته؟ فاجاب انه ﷺ حي

(الحاوی للفتاوی ۲:۲۶۸)

علامہ بارزی سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ وفات کے بعد زندہ ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ بے شک آپ زندہ ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

بل حياة الانبياء اقوى منهم واشد ظهور اثارها في الخارج حتى لايجوز النكاح بازواج النبي ﷺ بخلاف الشهداء

(تفسیر مظہری ۱:۱۵۲)

بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہدا سے بہت زیادہ قوی اور ظہور میں کہیں بڑھ کر ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ کی ازواج سے نکاح کرنا جائز نہیں بخلاف شہداء کے (کہ ان کی ازواج سے نکاح جائز ہے)

ایک اور مقام پر بیان فرماتے ہیں

ان الله تعالىٰ يعطى لارواحهم قوة الاجساد فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشاء ون وينصرون اوليائهم ويدمرون اعداء هم ان شاء الله تعالى

شامی ۴:۱۵۱

بے شک اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو جسموں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ زمین و آسمان جنت جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔

علامہ شامی حنفی

ان الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام احياء في قبورهم

شامی ۴:۱۵۱

تحقیق انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

علامہ شہاب الدین

قد حرم اللّٰہ جسدہ علی الارض واحیاہ فی قبرہ کسائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

نسیم الریاض '۱:۳۲۶

تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کے جسد اقدس کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور آپ کو اپنی قبرانور میں باقی انبیاء علیہم السلام کی طرح زندہ فرمایا۔

علامہ صاوی مالکی

مثل الشهداء الانبياء بل حياة الانبياء اجل واعلى

الصاوی علی الجلالین (۱:۱۶۸)

شہداء انبیاء علیہم السلام کی مثل ہیں لیکن انبیاء کی حیات زیادہ اچھی اور بلند تر ہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ

۱۔ نبی الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون فی عموم قوله تعالی ولاتحسبن الذين الذين قتلوا ... الایہ

زرقانی علی المواہب (۵:۳۳۲)

کوئی نبی ایسا نہ ہوگا جس میں نبوت کے ساتھ وصف شہادت بھی نہ پایا گیا ہو اس صورت میں تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے اس قول (ولا تحسبن الذین) کے تحت آجاتے ہیں۔

۲۔ حياة النبی ﷺ فی قبره هو وسائر الانبياء معلومة عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الادلة فی ذالک وتواترت به الاخبار

الحاوی للفتاوی (۲:۲۶۴)

حضور ﷺ کا اپنی قبرانور میں زندہ ہونا اور اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا ایک ایسا امر ہے جو علم قطعی کے ساتھ ہمیں معلوم ہے اس لئے اس پر ہمارے نزدیک قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہیں اور اس کے بارے میں روایات تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔

۳ ۔ ان رسول اللہ ﷺ حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شئی وانہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامہ برویتہ راہ علی ھیئتہ ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برویۃ المثال

الحاوی للفتاوی (۲: ۴۵۳)

بے شک نبی اکرم ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف فرماتے ہیں اور زمین وعالم ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور آپ بالکل اسی ہیئت پر ہیں جس پر قبل از وفات تھے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور بے شک آپ ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں جس طرح ملائکہ اپنے جسموں کے ساتھ ہونے کے باوجود غائب ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ آپ کی رؤیت کے ساتھ کسی کو عزت واکرام عطا کرنا چاہتا ہے تو اس سے حجاب اٹھا دیتا ہے اور وہ آپ کو اسی حقیقت پر دیکھتا ہے جس پر آپ ہیں اس سے کوئی عمل مانع نہیں ہے اور رؤیت مثال کی تخصیص کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

علامہ سخاوی

یوخذ من ھذہ الاحادیث انہ ﷺ حی علی الدوام وذالک انہ محال عادۃ ان یخلو الوجود کلہ من واحد یسلم علیہ فی لیل ونھار ونحن نومن ونصدق بانہ ﷺ حی

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ زندہ ہیں اور یہ بات عادۃ محال ہے کہ دن رات میں کوئی ایک سلام پڑھنے والے آدمی سے خالی ہو اور ہم ایمان

برزق فی قبره وان جسده الشریف لاتاکله الارض والاجماع علی هذا

(القول البدیع:۱۶۷)

لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی قبرانور میں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور بیشک آپ کے جسد اطہر کو زمین نہیں کھاسکتی اور اس پر اجماع ہے۔

حسن بن عمار شرنبلالی

نبی اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

ھو مقرر عند المحققین انه ﷺ حی برزق متمتع لجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات

(نور الایضاح:۲۰۵)

محققین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے۔ آپ جمیع لذائذ اور عبادات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مگر آپ ان لوگوں سے محجوب ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم تنهض متوجها الی القبر الشریف فتقف بمقدار اربعة اذرع بعیدًا عن القبر الشریف بنهایة الادب مستدبر القبلة محاذیا لراس النبی ﷺ ووجهه الاکرم ملاحظ نظره السعید الیک وسماعه کلامک ورده علیک السلام وتامینه علی دعائک

(مراقی الفلاح:۱۶۵)

پھر تو (زائر) قبرانور کی طرف منہ کرکے چار گز کے فاصلے پر نہایت ادب سے پشت قبلہ کی طرف کرکے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یوں کھڑا ہو جیسے حضور ﷺ کی نظر مبارک تجھ پر پڑ رہی ہو اور آپ تمہاری بات سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں اور دعا پر آمین کہتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

"وحیات انبیاء کرام متفق علیہ است ہیچ کس را در خلافے نیست حیات جسمانی ودنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی" (مدارج النبوۃ ۲:۴۴۷)

اور حیات انبیاء کرام پر سب کا اتفاق ہے کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہے اور حیات جسمانی دنیاوی اور حقیقی ہے نہ کہ روحانی اور معنوی"

"انبیاء کرام کبھی معزول نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب درجات رسالت انہیں عطا فرمائے ہیں وہ ان سے کبھی نہیں چھینتا۔ رسالت موت کے بعد بھی قائم وجاری رہتی ہے بلکہ ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ انبیاء کرام کو موت نہیں آتی' زندہ وجاوید اور باقی ہیں۔ (تکمیل الایمان:۱۱۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ان الانبیاء لا یموتون وانہم یصلون ویحجون فی قبورھم (فیوض الحرمین:۸۴)

بیشک انبیاء کرام فوت نہیں ہوتے بلکہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔

یہی سبب ہے کہ حضور ﷺ کے روحانی تصرفات آج بھی جاری ہیں۔ ان تصرفات اور فیوضات کا بیان شاہ صاحب نے اپنی کتب تفہیمات الٰہیہ' الدر الثمین اور فیوض الحرمین میں بالخصوص فرمایا ہے۔

ایک مقام پر اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

سالتہ ﷺ سوالا روحانیا عن معنی قولہ "کنت نبیا وادم منجدل بین الماء والطین ففاض علی روحی من روحہ الکریمہ الصورۃ المثالیہ التی کانت قبل ان یوجد فی عالم الاجسام وان فیضانہا فی الحضرۃ

میں نے آپ ﷺ سے روحانی سوال کیا کہ "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین کا کیا معنی ہے؟ تو میری روح پر آپ ﷺ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور ایک ایسی صورت مثالیہ دکھائی گئی کہ جو عالم اجسام میں آنے

المثالیہ
(تفہیمات الٰہیہ ۲: ۳۰۰)

سے پہلے تھی اور اس کا فیضان بارگاہ رسالت میں نمایاں ہو رہا تھا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی

حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ثابتہ بادلہ کثیرۃ استدل بھا اھل السنہ وکذا حیاۃ الشھداء والاولیاء
(شواہد الحق ۱۲۷)

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ کثیر دلائل سے ثابت ہے جن سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے اور ایسے ہی شہداء اور اولیاء کی حیات بھی ثابت ہے۔

مولانا انور کاشمیری

معناہ ارواح الانبیاء علیھم السلام لیست بمعطلہ عن العبادات الطیبہ والافعال المبارکہ بل ھم مشغولین فی قبورھم ایضا کما کانوا مشغولین حین حیاتھم فی صلاۃ وحج وکذالک حال تابعیھم علی قدر المراتب
(فیض الباری ۲: ۶۴)

اس حدیث (الانبیاء فی قبورھم یصلون) کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح عبادات طیبہ اور افعال مبارکہ سے معطل نہیں ہوتیں بلکہ اپنی قبروں میں اسی طرح عبادات کرتی ہیں جس طرح ظاہری حیات میں (نماز' روزہ حج وغیرہ) کرتی تھیں اور اسی طرح تابعین کا حال ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی

دلت النصوص الصحیحہ علی حیاۃ الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام
فتح الملہم ۱: ۳۲۵۔۳۲۶)

نصوص صحیحہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

مولانا قاسم نانوتوی

انہوں نے اس تصور کو اس انداز میں پیش کیا کہ حضور ﷺ کی حیات مثل

شمع و چراغ ہے۔ خیال فرمایئے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سرپوش رکھ دیا جائے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔
(آب حیات: ۱۶۰)

دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

"حیات النبی ﷺ دائمی ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کی حیات زائل ہو جائے اور حیات مومنین عارضی ہے زائل ہو سکتی ہے"۔ (آب حیات: ۱۶۰)

ایک اور مقام پر یوں کہا۔

"انبیاء علیہم السلام زندہ ہوں گے اور ان کی موت ان کی حیات کی ساتر ہوگی۔ یعنی موت رافع و دافع نہ ہوگی"۔ (آب حیات: ۳۶)

عام مومنین کی طرح موت آپ کی حیات طیبہ کو ختم نہیں کر دیتی بلکہ آپ کی موت آپ ﷺ کی حیات کو ڈھانپنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات ظاہری آنکھیں رکھنے والوں کی نظروں سے چھپ جاتی ہے فقط باطنی آنکھیں رکھنے والے آپ کی حیات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جن کے لئے اللہ نے پردے اٹھا رکھے ہیں۔ اسی لئے مولانا ایک جگہ اس تصور کو یوں واضح کرتے ہیں۔

"لیکن انبیاء علیہم السلام کی زندگی زیر پردہ ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے مثل امت ان کو موت میں زوال حیات نہیں" (آب حیات: ۳۶)

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی

عندنا و عند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف وحیوتہ ﷺ دنیویہ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ ﷺ وبجمیع الانبیاء صلوت اللہ علیھم اجمعین	ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بغیر مکلف ہونے کے اور یہ حیات آنحضور ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

(المہند ۱۳)

علامہ احمد علی سہارنپوری

والاحسن ان یقال ان حیاتہ ﷺ لایتعقبھا بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم

(حاشیہ بخاری' ۱۰۷:۵۱۷)

اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ کی حیات کو موت نہیں پا سکتی بلکہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مولانا اعزاز علی

فمثلہ ﷺ بعد وفاتہ کمثل شمع فی حجرۃ اغلق بابھا فھو مستور عمن ھو خارج الحجرۃ ولکن نورہ کما کان بل ازید ولھذہ حرم نکاح ازواجہ بعدہ ﷺ ولم یجر احکام المیراث فیما ترکہ لانھما من احکام الموت

(حاشیہ نور الایضاح:۲۰۵)

پس نبی اکرم ﷺ (کے محجوب ہونے) کی مثال ایسے ہی ہے جیسے شمع کو حجرے میں رکھ کر اس کے دروازے کو بند کردیا جائے تو وہ شمع اس شخص سے مستور ہوگی جو کہ حجرے سے خارج ہو لیکن اس کی روشنی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ پہلے تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح حرام ہے اور جو آپ نے ترکہ چھوڑا۔ اس پر وراثت کے احکام جاری نہیں ہوئے کیونکہ یہ دونوں موت کے احکام میں سے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

علامہ موصوف ایک خط میں ایک دوست نیاز الدین خاں صاحب کو تحریر فرماتے ہیں۔

"نبی اکرم ﷺ کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانے میں یہ سعادت کی بات ہے۔ قرآن شریف کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ تاکہ طلب نسبت محمدی پیدا کرے اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لئے ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص اور محبت کے ساتھ محض قرات کافی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہو گا اس واسطے خاموش رہتا ہوں" (فتراک رسول: ۷)

محمد علوی مالکی

قد ثبت لنبینا محمد ﷺ حیاۃ برزخیہ اکمل واعظم من غیرہ تحدث عنھا بنفسہ تثبت اتصالہ بالامۃ المحمدیۃ ومعرفتہ باحوالھا واطلاعہ علی اعمالھا وسماعہ لکلامھم وردہ لسلامھم والاحادیث فی ھذا الباب کثیرۃ

(مفاہیم: ۲۵۱)

ہمارے نبی ﷺ کے لئے ایسی برزخی زندگی ثابت ہے جو کسی بھی دوسرے سے زیادہ کامل اور عظیم ہے (حتی کہ) اس کی بناء پر آپ ﷺ کا اپنی امت سے تعلق اس کے احوال کی معرفت اس کے اعمال پر اطلاع ان کے سلام کا سننا اور ان کے سلام کا جواب مرحمت فرمانا بھی واقع ہوتا ہے اور اس بارے میں کثیر احادیث وارد ہوئی ہے۔

خلاصہ کلام

گزشتہ بحث میں کتاب و سنت' صحابہ و تابعین' علماء و محدثین کے اقوال سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو کامل حیات حاصل ہے اور آپ کا امت کے ساتھ آج بھی اسی طرح تعلق ہے جس طرح ظاہری حیات میں تھا اور آپ

کا فیضان کرام آج بھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی رقمطراز ہیں کہ ان کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ نے ان کو تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

"فقیر مرتا ہیں، صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو ظاہری زندگی میں میری ذات سے ہوتا تھا"۔ (حضرت صاحب نے) فرمایا "میں نے اپنے حضرت کی قبر اقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا" (امداد المشتاق: ۱۱۳)

گزشتہ بحث میں ایک حدیث پاک گزر چکی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا "انہ لیسمع قرع نعالھم" (صحیح البخاری، ۱: ۱۸۳ فی کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر) کہ میت دفن کرکے واپس جانے والوں کے پاؤں کی آہٹ سنتی ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ وہ آدمی منوں مٹی کے نیچے ہے۔ وہاں نہ کوئی دروازہ ہے نہ کھڑکی لیکن اس کے باوجود میت پاؤں کی آہٹ تک سنتی ہے۔ حالانکہ یہی کیفیت اگر دنیا میں ہوتی تو مرنے والا بالکل نہیں سن سکتا تھا۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا کہ عام انسان کے حواس کی قوت میں کے بعد بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

جب کفار و مشرکین کی قوت سماع کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام کے حواس مبارکہ کی قوت کا کیا عالم ہوگا جن کے حواس مبارکہ عام انسانوں سے پہلے ہی بہت بلند وبالا ہیں اور پھر حضور سید عالم ﷺ کے حواس مبارکہ کی قوت تو تمام انبیاء کرام سے بڑھ کر ہے جس پر کتاب وسنت میں بہت سے دلائل موجود ہیں جو ایک الگ موضوع ہے اس لئے ہم اس پر گفتگو نہیں کر رہے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے جسد اقدس کے ساتھ تو مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں لیکن اپنے غلاموں کا سلام دنیا کے ہر کونے سے سنتے بھی ہیں اور جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں اور اپنی امت کے احوال کو ملاحظہ بھی فرمارہے ہیں بلکہ اپنے غلاموں کو خواب میں تشریف لاکر ہدایات بھی فرماتے ہیں اور یوں سیرت طیبہ کا یہ پہلو تاقیامت جاری ہے۔

سیرت طیبہ کے اس پہلو کے حوالے سے عبد المجید صدیق ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لکھتے ہیں:

"تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ اس نوعیت کے اتنے بہت سے خواب جمع کئے گئے تھے اور ان کے مطالعہ سے بارہا میں یہ محسوس کرچکا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کا دور آپ کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوا۔ حیاۃ النبی ﷺ پر تو لوگوں کا اعتقاد ہے مگر حیاۃ النبی ﷺ کا جو اصل مقصد ہے وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے حضور ﷺ کی حیاۃ بعد الممات سب سے جدا ہے اور اس میں سیرت کا نہایت ہی اہم پہلو پنہاں ہے۔ غور کرنے پر یہ بات واضح ہوتی چلی گئی اور ساتھ ہی ساتھ عنوان "سیرۃ النبی بعد از وصال النبی" بھی ذہن میں آگیا"۔

ایک دوسرے مقام پر اس طرح لکھتے ہیں:

"جب کہ میری یہ کاوش خالص تحقیقی اور تخلیقی ہے سیرۃ النبی کو ایک نئے انداز میں نئے زوایہ سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیرت النبی کی کوئی کتاب آپ ﷺ کی صرف ۲۳ سالہ حیات طیبہ کو بیان نہیں کرتی۔ میرا مقصد اس بات کے کہنے سے یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر پر اعلان نبوت سے حیاۃ طیبہ کے آخری دن، عمر تریسٹھ سال تک کا دور بلکہ سیرت النبی کی ہر کتاب ولادت باسعادت سے لے کر آخری دن تک پورے دور کا احاطہ کرتی ہے۔ جب یہ بات ہے کہ ابتدائی چالیس سال بھی سیرت النبی کا حصہ ہیں تو پھر بعد از وصال آج تک بلکہ قیامت تک کا دور کہ جس پر آپ کی نبوت کا اصل دور گزر رچکا ہے، بدرجہ اولی سیرۃ النبی کا حصہ ہے۔ جب ابتدائی چالیس سال قابل ترک نہیں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو پوری دنیا اور قیامت تک کے لئے نبی برحق (ﷺ) ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوچکا ہے تو پھر بعد از وصال قیامت تک آپ کے فیض، رشد وہدایت، تعلیم و تلقین اور اظہار معجزات وغیرہ وغیرہ کی چیزوں سے کیوں انحراف کیا جاسکتا ہے؟

حضرت محمد رسول مقبول ﷺ نہ صرف یہ کہ زندہ ہیں بلکہ آپ کی سیرت کا

سلسلہ بھی جاری و ساری ہے اور اس ضمن میں بھی آپ بے مثال ہیں۔ حیات تو آپ کے بے شمار امتیوں کو بھی حاصل ہے۔ البتہ آپ کی حیات انتہادرجہ اعلیٰ وارفع قسم کی ہے۔ لیکن اس سے کہیں اہم چیز ہے سیرت النبی کا جاری ہونا جس کا سلسلہ وصال کے بعد بھی قائم ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اسی حیات النبی کا نتیجہ ہے۔ میں ریت کی بنیاد پر ہوائی قلعہ تعمیر نہیں کررہا میرے موقف میں جان اور صداقت ہے۔ یہ کوئی مابعد الطبیعاتی یا Meta Physical قسم کی چیز نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔ سیرت النبی بعد از وصال النبی کو ان خوابوں کے ذریعے بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ کسی بھی خواب کا تجزیہ کر دیکھیں، آپ میرے موقف سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوں گے اور ہر صالح فکر انسان مجھ سے متفق ہوگا۔ یہ سب خواب نہایت ذمہ دار لوگوں نے دیکھے ہیں قسم بخدا!! اگر ان خوابوں کی زبان ہوتی تو ہر خواب پکار پکار کر اعلان کرتا کہ "سیرت النبی بعد از وصال النبی کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ ایک زندہ حقیقت ہے"

کتاب کے آغاز میں انہوں نے طفیل ہوشیار پوری کے شعر میں نبوت کی جگہ سیر کا لفظ لکھ کر یہ شعر بھی درج کیا ہے

ساری دنیا میں کسی شے کو نہیں حاصل دوام
یارسول اللہ سیرت ہے دوامی آپ کی

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حیات النبی ﷺ ایک زندہ وجاوید حقیقت ہے اور اس کے فیوض وبرکات سے آج بھی پوری دنیائے انسانیت مستفیض ہورہی ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا اور اس کے ساتھ ساتھ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ ہمارے لئے ختم نبوت کے بنیادی عقیدے میں مزید تقویت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ استدعا ہے کہ وہ ہمیں سلف صالحین کی اتباع میں ایسے اعتقادات اپنانے کی توفیق عطا فرمائے جو کتاب وسنت سے ثابت ہوں۔ آمین

بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین ﷺ